صلی اللہ علیہ وسلم

رحمۃ للعالمین
اور
امن عالم

مؤلفین

محمد اسلم گل
میجر (ریٹائرڈ)

محمد رفیق احمد میمن
صدر

امان جی ایجوکیشنل سوسائٹی (رجسٹرڈ)

ٹنڈو جہانیاں، حیدرآباد چھاؤنی، پاکستان

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(الانبیاء:۱۰۷)

اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْ نَ عَلَی النَّبِیِّ ط
یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰ لِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

اَللّٰھُمَّ بَا رِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی شانِ اقدس میں

شاعرِ رسول ﷺ حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

نے کیا خوب فرمایا ہے:

میری آنکھوں نے کبھی آپ ﷺ سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا

عورتوں نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی صاحبِ جمال نہیں جنا

آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا

جیسے آپ ﷺ اپنی مرضی کے مطابق پیدا کئے گئے ہیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرۡضٰی

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہٖ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ صَلُّوا عَلَیہِ وَآلِہٖ

(شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

نام کتاب: رحمۃ للعالمین ﷺ اور امن عالم

مؤلف: محمد اسلم گل، میجر (ریٹائرڈ)

ناشر: محمد رفیق احمد میمن صدر: امّاں جی ایجوکیشنل سوسائٹی، حیدرآباد، پاکستان
چیئرمین: سٹار ایجوکیشن سسٹم، حیدرآباد، پاکستان

پروف ریڈنگ: حافظ محمد علی

تاریخ طباعت: ۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ

تعداد: ایک ہزار

خط و کتابت کا پتہ

امّاں جی ایجوکیشنل سوسائٹی (رجسٹرڈ)

120/L1-A ٹنڈو جہانیاں، حیدرآباد کینٹ، پاکستان

موبائل: 0092-3009374697

http://www.star.edu.pk

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی

فہرست

فہرست

نمبر | مضامین | صفحہ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا

عَلٰى حَبِيبِكَ خَيرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرفِ آغاز

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اما بعد! دورِ جدید نے جہاں بہت سی مادی سہولتیں فراہم کی ہیں جن کی وجہ سے علمی اور تحقیقی کاموں میں بہت آسانی پیدا ہوگئی ہے، وہاں ایک منفی اثر یہ بھی ہوا ہے کہ اہل مغرب کی پیدا کردہ بہت ساری غلط فہمیاں اور گمراہیاں تیزی سے عام ہوئی ہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں یوں تو اہل مغرب صدیوں سے بے بنیاد باتیں کہتے چلے آرہے تھے، لیکن ان کے اثرات ایک بہت قلیل طبقے تک محدود تھے۔ لیکن اب یہ خیالات گھر گھر عام ہورہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی غیر معمولی تاثیر حقیقتاً اسلام کے حق میں بھی استعمال ہورہی ہے لیکن اسلام کے دفاع سے کہیں زیادہ یہ تمام ذرائع و وسائل اسلام کے خلاف ہی استعمال ہوتے نظر آتے ہیں۔

یوں تو استعماری اور مغربی مقاصد کی خاطر لکھی جانے والی تحریروں میں اسلام کے کسی پہلو کو بھی اعتراضات اور شبہات سے مبرا نہیں کیا گیا لیکن سب سے زیادہ جس چیز نے غلط فہمیاں پیدا کیں اور جس کو کئی سو سال سے زور وشور سے دُہرایا جارہا ہے، یہ وہ بے بنیاد الزام اور بہتان ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت نعوذ باللہ ایک سخت گیر فاتح سے زیادہ نہ تھی۔ اس فضول اور بے بنیاد دعویٰ کی تردید میں محققین نے بہت سا کام کیا ہے۔ ان محققین میں مسلمان اہل علم کے ساتھ ساتھ متعدد انصاف پسند غیر مسلموں کے نام بھی نظر آتے ہیں، لیکن مغربی استعماری قوتوں کی ایک حکمتِ عملی یہ بھی ہے کہ یکطرفہ طور پر اپنے

مؤقف کو دُہراتے رہیں اور اسلام کے مؤقف اور نقطہ نظر کے بارے میں جو کچھ بھی کہا گیا ہو، اس کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا جائے۔

ان حالات میں شدید ضرورت ہے کہ رحمت وشفقت، انسانیت اور امن عالم کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کو بار بار بیان کیا جائے اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی تفصیلات کو زیادہ سے زیادہ انسانوں تک پہنچایا جائے۔

برادر عزیز جناب محمد اسلم گل، ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں، جنھوں نے اس اہم موضوع پر قلم اٹھایا اور تیس ابواب پر مشتمل زیرِ نظر کتاب مرتب کی۔ اس کتاب میں رحمۃ للعالمین، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ رحمت اور تعلیماتِ امن کے مختلف پہلوؤں کو مثالوں اور تاریخی حوالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ فاضل مؤلف نے سیرت طیبہ کی مشہور کتابیں سامنے رکھ کر معلومات کا یہ گلدستہ تیار کیا ہے۔ میری دُعا ہے کہ جس دعوتی جذبہ سے یہ کتاب لکھی گئی ہے، اسی دعوتی جذبہ کے ساتھ اس کو پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دُعا ہے کہ مصنف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور مصنف کے لئے ذریعہ آخرت بنائیں۔ (آمین)

مخلص و نیاز مند!

پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ

قطر یونیورسٹی، قطر

سابق صدر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

سابق وفاقی وزیر برائے مذہبی اُمور، زکوٰۃ وعشر (حکومت پاکستان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

نَحۡمَدُ ہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جو اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ پر، اُن کی آل اولاد پر اور اُن کے صحابہ کرامؓ پر۔

الحمدللہ! سیرتِ طیبہ ایک ایسا پاکیزہ موضوع ہے، جس پر اظہارِ خیال کے لئے دشتِ صفحات پر سیاہیِ سمندر بھی ناکافی ہے، کیونکہ توصیفِ رسالت مآب ﷺ کا حق صرف اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہی ادا کرسکتی ہے۔ درحقیقت اللہ جل شانہٗ اپنے جس بندے پر اپنے فضل و کرم کا خاص دروازہ کھولنا چاہتا ہے، اُسے تعریفِ مصطفٰے ﷺ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

الحمدللہ! زیرِ نظر کتاب ''رحمۃ للعالمین ﷺ اور امن عالم'' میں اس بات کی عکاسی کی گئی ہے کہ سیّد الانبیاء والمرسلین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی بدولت سارا عالم امن و سلامتی کا گہوارہ بنا۔ آپ ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے نہ صرف اہلِ عرب کے حالات بدلے، بلکہ عالمِ انسانیت کی کایا پلٹ دی اور پورے عالم میں امن قائم ہوا۔ تاریخ نے ایک ایسا امن و سلامتی سے بھرپور زمانہ دیکھا، جس کی مثال نہ اس سے پہلے ہے اور نہ آئندہ کبھی ملے گی۔ آپ ﷺ نے ہر انسان کے لئے اپنی سیرت طیبہ کے ذریعے ایسا نمونہ عمل فراہم کردیا کہ اگر وہ اُن پر عمل پیرا ہوجائے تو اُس کی ساری پریشانیاں امن و سکون میں بدل جائیں گی۔

رحمۃ للعالمین، حضوراقدس ﷺ کا وجود سراپا رحمت ہے۔ آپ ﷺ کی رحمت کسی خاص قوم، کسی خاص ملک، کسی خاص زمانے اور کسی خاص خطے کے لئے نہیں، بلکہ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات تمام جہانوں کے لئے باعثِ رحمت ہے، کیونکہ خالقِ کائنات نے فرمادیا:

وَ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(الانبیاء : ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

دورِ حاضر میں اُمتِ مُسلمہ نازک ترین دور سے گزر رہی ہے۔ جن مصائب اور مسائل کا شکار آج کا مسلمان ہے، شاید گذشتہ ادوار میں کبھی نہ تھا۔ مسلمانوں پر دہشت گردی اور انتہا پسندی کے یہ الزامات حقائق کے خلاف ہیں کیونکہ ''دین اسلام'' ہی امن وسلامتی، محبت و اخوت ، شفقت و رحمت اور تحمل و بردباری کا دین ہے اور رحمۃ للعالمین، حضوراقدس ﷺ کی سیرت طیبہ اس پر گواہ ہے۔ ہمیں اپنے آقا ، رحمۃ للعالمین ﷺ کے اُمتی ہونے کے ناطے سے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے امن و آشتی، محبت و اخوت اور انصاف ورحمت کا سبق سیکھنا ہے اور سارے عالم کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنانا ہے۔

عصر حاضر کا انسان پریشان حال ہے، امن وسلامتی کی تلاش میں سرگرداں ہے، اس نے دَر دَر کی گدائی اور خودساختہ افکار کے دلفریب سرابوں سے بہت دُکھ درد اُٹھائے ہیں، لیکن تاحال امن وسلامتی نصیب نہیں ہوئی۔ اقوام عالم اس بات کو سمجھ لیں کہ انسانیت کے اس درد کا علاج صرف اور صرف پیغمبر اسلام، حضوراقدس ﷺ کے دامنِ کرم سے وابستگی میں ہے، کیونکہ وہی رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ہی امن عالم کی ضامن ہے۔

بلاشک وشبہ جب کائنات کے خالق و مالک نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے تو اس عالم فانی کے لئے آپ ﷺ کا وجودِ اقدس رحمتوں اور برکتوں کا ذریعہ

کیوں نہ ہو؟

ذرا غور فرمایئے! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے نبی آخرالزماں ﷺ کے اس دُنیا میں آمد پر ایسے خوش تھے کہ اُس پاک ربّ نے اپنے لاڈلے حبیب ﷺ کے اعزاز میں، آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے دن سے لے کر اگلے پورے ایک سال تک کسی عورت کو بیٹی نہیں دی ..... سب کو بیٹے عطا فرمائے ..... جونہی آپ ﷺ اس دُنیا میں تشریف لائے، سارا کمرہ روشن ہوگیا..... آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ مشرق سے مغرب میرے سامنے کھل گئے..... شام کے محل دیکھے..... مدائن کے محل دیکھے..... ہیرا اور یمن کے محلات دیکھے..... اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساری کائنات کو روشن کر دیا..... کیونکہ ..... رحمۃ للعالمین کی آمد ہے ..... خاتم النبیین کی آمد ہے..... سیّدالانبیاء والمرسلین کی آمد ہے..... سارے عالم سے ظلمت کو دُور کرنے والا آ گیا..... سارے عالم کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنانے والا آ گیا..... توحید ورسالت کی دعوت دینے والا آ گیا..... اللہ پاک سے ملانے والا آ گیا..... ساری کائنات کو نجات کا راستہ دکھانے والا آ گیا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں، یارسول اللہ ﷺ! مجھے آپ ﷺ کے بارے میں بچپن میں ہی پتہ چل گیا تھا کہ آپ ﷺ بڑی شان والے ہیں ..... آپ ﷺ نے پوچھا..... وہ کیسے؟..... حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا!

ایک دفعہ آپ ﷺ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، رات کا وقت تھا، چودھویں کا چاند روشن تھا، آپ ﷺ جب اپنا ہاتھ مبارک اوپر لے جاتے تو آپ ﷺ کے ہاتھ کے اشارے سے چاند بھی حرکت کرتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا! (سچ ہے) چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا۔

سُبحان اللّٰہ ! جس رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو آسمان کا چاند اس کے پنگھوڑے میں لوریاں دے، وہ کتنی اونچی شان والا نبی ہوگا؟

ایک دفعہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا!
اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا ہے، بتاؤ کہ میری رحمت سے تجھے کیا حصہ ملا ہے؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، یارسول اللہ!
ڈر لگا رہتا تھا، کہیں اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈال دے لیکن آپ ﷺ کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ o ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ o
مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ o

(سورۃ التکویر)

ترجمہ: یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے، ایک معزز فرشتہ (یعنی جبرائیل علیہ السلام) کا لایا ہوا ہے، جو قوت والا ہے (اور) مالک عرش کے نزدیک ذی رُتبہ ہے (اور) اس کی اطاعت کی جاتی ہے (اور) امانتدار ہیں کہ (وحی کو صحیح صحیح پہنچا دیتے ہیں)۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، یارسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں اپنے قرآن میں ذکر فرمایا تو مجھے اُمید ہے کہ اللہ پاک کے فضل وکرم سے اب میں دوزخ سے بچ جاؤں گا، آپ ﷺ کی رحمت سے اللہ نے مجھے یہ حصہ دیا ہے۔

ایک بدّو (دیہات کا رہنے والا) آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، وہ ایک **گوہ** (جانور) کا شکار کر کے لایا تھا اور اُسے اپنے اونٹ کی پالان کے ساتھ باندھا ہوا تھا، وہ **گوہ** مری ہوئی تھی۔ اُس بدّو نے اپنی مردار **گوہ** کو اونٹ کے پالان سے کھولا

اور رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے سامنے پھینک کر کہنے لگا!

اے محمد (ﷺ) میں آپ (ﷺ) کی نبوت کو نہیں مان سکتا، جب تک یہ **گوہ** آپ (ﷺ) کی نبوت کی گواہی نہ دے۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

اے **گوہ**! (وہ مردہ تھی، لیکن آپ ﷺ کی آواز پر اللہ کے حکم سے فوراً بولی!)

لبیک! (میں حاضر ہوں! عربی زبان میں بولی، جس کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے)

اے وہ ذات جو قیامت کے دن کے انسانوں کو مزین کردے گی، میں حاضر ہوں، حکم فرمایئے!

آپ ﷺ نے فرمایا! تو کس کی عبادت کرتی ہے؟

گوہ نے جواب دیا!

میں اُس وحدہٗ لاشریک اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرتی ہوں ..... جس کا عرش آسمانوں پر ہے ..... اور جس کی سلطنت زمینوں پر ہے ..... اور جس کے مسخر کردہ راستے سمندر میں ہیں ..... اور جس نے جنت کو اپنی رحمت کی جگہ بنایا ہے ..... اور جس نے دوزخ کو انسانوں کی بربادی کے لئے بنایا ہے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے پوچھا!

مَنْ اَنَا ..... میں کون ہوں؟

گوہ بولی!

اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقْتَ وَقَدْ خَابَ مَنْ كَذَّبْتَ

﴿ترجمہ﴾

آپ ﷺ تمام جہانوں کے پروردگار کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں، جو آپ ﷺ کی مانے گا، کامیاب ہوگا، جو آپ ﷺ کی ٹھکرائے گا، وہ ہلاک و برباد ہوگا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ درخت کے پاس سے گزرتے تو آواز آتی:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

پتھر کے پاس سے گزرتے، پتھر کہتے!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں کھجور کے خشک تنا کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے، جب مجمع بڑھ گیا تو مسجد میں منبر لایا گیا، آپ ﷺ پہلے دِن جب منبر پر جلوہ افروز ہونے لگے اور جونہی منبر پر قدم مبارک رکھا تو قریب ہی کھجور کا خشک تنا تھا، وہ آپ ﷺ کی جدائی میں چیخ چیخ کر رونے لگا کہ جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی چیختی ہے، اُس کے رونے کو مسجد میں سب حاضرین نے سُنا۔ آپ ﷺ واپس اِس کھجور کے خشک تنے کے پاس تشریف لائے، اُسے اپنے مبارک سینے سے لگایا اور فرمایا کہ میں منبر پر اس لئے بیٹھ رہا ہوں کہ لوگوں کو نظر نہیں آتا اور اس جدائی کے بدلے میں، میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں کہ تجھے جنت کا درخت بنایا جائے کہ جنتی تیرے میوے کھائیں، اس پر وہ رونے سے چپ ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

اُس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنایا، اگر میں اسے گلے نہ لگاتا تو یہ (کھجور کا خشک تنا) قیامت تک میری جدائی میں روتا رہتا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو روتے روتے اُن کی ہچکی بندھ جاتی اور فرماتے! اے لوگو! بے جان، خشک لکڑی اللہ کے رسول ﷺ کی جدائی پر روتی ہے، ہمارے دلوں کو کیا ہوگیا ہے کہ ہم اس پر نہیں روتے؟

ایک انصاری صحابیؓ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرا اونٹ سرکش ہوگیا ہے۔ آپ ﷺ اپنے صحابیؓ کے ساتھ اُس کے گھر تشریف لے گئے، اونٹ غصے سے بلبلا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے انصاری

سے فرمایا! دروازہ کھولو، انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ مجھے کچھ نہیں کہے گا، تم دروازہ کھولو۔ جب آپ ﷺ کی رحمت بھری نگاہ اونٹ پر پڑی تو وہ دوڑ کر آیا اور اُس اونٹ نے آپ ﷺ کے مبارک قدموں میں اپنی گردن رکھ دی۔ آپ ﷺ نے رسی سے باندھ دیا اور اپنے صحابیؓ کے حوالے کر دیا۔

غور فرمایئے! جس نبی آخرالزمان، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی نبوت کو مردار اور بے زبان جانور جانتے ہوں ..... جس کی نبوت کو درخت و پتھر پہچانتے ہوں ..... جس کی نبوت کو انس و جنّ مانتے ہوں ...... اس کے طریقوں کو مسلمان چھوڑ دیں تو ..... عزت کہاں سے پائیں گے؟ ..... چین و سکون کہاں سے پائیں گے؟..... امن و سلامتی کہاں سے حاصل کریں گے؟

حضور اقدس ﷺ سراپا رحمت ہیں اور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس تمام جہانوں، سب امتوں اور سب زمانوں کے لئے ذریعہ ہدایت ہے۔ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور قیامت تک کائنات آپ ﷺ ہی کے سایہ رحمت میں رہے گی۔ آپ ﷺ کی رحمت دنیا میں بسنے والے سب انسانوں کے لئے ہے، خواہ وہ کسی رنگ و نسل، یا مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہوں۔ مومن و کافر بھی آپ ﷺ کے دامن میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ کافروں کیلئے رحمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر سے وہ عذاب اور آزمائشیں ہٹا دی گئیں، جو رسولوں کی نافرمانی پر پہلی امتوں پر نازل ہوتی تھیں۔

ایک دفعہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ سے مشرکین کے لئے بددُعا کرنے کے لئے کہا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ لوگوں پر لعنت بھیجوں بلکہ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم شریف)

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ ہر لحاظ سے اور ہر معیار سے عظیم ترین ہیں۔ آپ ﷺ کا ہر عمل ایک مینارہ نور ہے، ہر فعل ایک شمع فروزاں، ہر بات ایک دریائے معانی، ہر بول ایک پیغام نو ہے۔ آپ ﷺ جو پیغام لے کر آئے اور جس کا عملی نمونہ آپ ﷺ نے اپنی سیرت طیبہ میں پیش کیا، وہ ساری انسانیت اور تمام جہانوں کے لئے رحمت اور اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔ آپ ﷺ ختم الرسل ہیں، آپ ﷺ کی شریعت آخری شریعت ہے، اِس میں دین اور دُنیا کا حسین امتزاج اور عبادات و معاملات میں باہم ہم آہنگی ہے۔ آپ ﷺ نے اُمّتِ مسلمہ کو ایک لڑی میں پرویا، جب تک مسلمانوں نے اس پر عمل کیا وہ دُنیا کی ایک بے مثال اور مؤثر قوم بن کر اُبھرے، ظلمت اور بت کدوں سے دُنیا کو نجات دلائی، لیکن جب اس خصوصیت کو پس پشت ڈال دیا تو مسلمانوں کی اپنی وحدت پارہ پارہ ہوگئی۔

عصر حاضر میں سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اُمتِ مسلمہ اپنے آقا، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے۔ اس سلسلہ میں اب تک جو ہم سے غفلت اور سستی ہوئی ہے، اُس پر اللہ تعالیٰ حضور توبہ کی جائے۔ میری اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ کریم ذات اپنے لاڈلے حبیب، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے صدقے مؤلف کو اپنے شایانِ شان بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو ساری انسانیت کے لئے نافع بنائے۔ آمین (بجاہِ رحمۃ للعالمین ﷺ)

طالبِ شفاعتِ محمدی ﷺ

رفیق احمد میمن (صدر)

امّاں جی ایجوکیشنل سوسائٹی (رجسٹرڈ)

موبائل: +92-3009374697

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

کلماتِ دُعائیہ اور اظہارِ مسرت

حضرت مولانا ظہور احمد علوی دامت برکاتہم

الجامعۃ مُحمّدیۃ

ایف سکس فور ☆ اسلام آباد ☆ پاکستان

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الۡاَنۡبِيَاءِ

اما بعد!

مسلمانوں کی آبرو صرف اور صرف حضور محمد عربی ﷺ کے نام سے ہے، یہی نام مسلمانوں کے لئے راحتِ جاں ہے، اسی سے ان کے خون کی گردش تیز ہوتی ہے، اسی سے ان کے لہو میں گرمی پیدا ہوتی ہے اور اب تو ملت اسلامیہ کی وحدت اور یکجہتی کے تحفظ کی آخری پناہ گاہ یہی مبارک نامِ پاک رہ گیا ہے۔

مسلمانوں کے اس دورِ زوال وانحطاط میں دشمنان اسلام نے غلط فہمیوں اور الجھنوں کے اتنے گرد وغبار اڑائے ہیں کہ ان میں بہت سے حقائق کا چہرہ چھپ گیا ہے، لیکن عشق رسول ﷺ اور دامن رسول ﷺ سے وابستگی کو ابھی تک تمام تر کوششوں کے باوجود کمزور نہیں کیا جا سکا اور ہر دور میں راج پالوں اور سلمان رشدیوں کی بدنام زمانہ کوششوں کا واحد ہدف یہی رہا ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کے دل سے حبِّ رسول ﷺ کے جذبہ کو کمزور کر دیا جائے۔ ان ناپاک سازشوں سے عہدہ برآ ہونے کا مؤثر اور دیرپا طریقہ یہی ہے کہ علومِ نبوت اور پیغامِ سیرت کو

زیادہ سے زیادہ اور ہر سطح پر عام کیا جائے۔

دورِ حاضر میں قلم کا زور عروج پر ہے اور ہر موضوع پر لکھا جا رہا ہے، لیکن جو بھی سیّدالانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کو موضوع بناتا ہے، یقیناً وہ قابل تحسین ہے۔ بے شک جہاں حضور انور ﷺ کی ذاتِ اقدس مجسمِ رحمت ہے، وہاں آپ ﷺ کی مبارک تعلیمات امن عالم کی ضامن ہیں، چنانچہ جب سے آفتابِ رسالت طلوع ہوا اور اس کی کرنوں نے کفر کی تاریکی کو ایمان کی روشنی سے اجالے میں بدلا، بے شمار غلامانِ رسول ﷺ آپ کی سیرتِ طیبہ کے بیان وتحریر کی سعادت حاصل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے حیاتِ طیبہ مبارکہ کے ہر پہلو کو انسانوں کے سامنے پیش کیا، عالم اسلام کے علاوہ دنیا کے تقریباً تمام ممالک اور اہم زبانوں میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اگر کسی شخصیت یا دوسرے عنوان کو موضوعِ سخن بنایا جاتا تو یقیناً اس پر مزید لکھنے کی گنجائش نہ رہتی، لیکن سیرتِ طیبہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر بے شمار ضخیم وبسیط کتابوں کے باوجود بھی ہمیشہ تشنگی کا احساس برقرار رہتا ہے اور عاشقانِ رسول ﷺ نئے سے نئے انداز میں کچھ نہ کچھ سننے اور پڑھنے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔

الحمدللہ! سیرتِ پاک کی یہ جامعیت ہے کہ مسلمانوں کے لئے تو سیرتِ پاک میں ابدی پیغام ہے ہی، لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات نے زندگی کے تمام گوشوں پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں کہ آپ ﷺ کی شخصیت ہر دور کے انسانوں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾

زیرِ نظر کتاب ''رحمۃ للعالمین ﷺ اور امن عالم'' برادرم محترم ومکرم جناب میجر محمد اسلم گل صاحب (حفظ اللہ ودرعاہ) کی مبارک ومسعود کاوش ہے، محترم مؤلف جہاں ایک عمدہ

قلمکار ہیں، وہاں ان کی قلب ونظر عشق نبوی ﷺ سے بھی سرشار ہے۔ محترم موصوف نے اپنی دلکش اور سدابہار تحریر سے یہ بات ثابت کردی ہے کہ اس جہانِ رنگ وبو کے کسی بھی گوشہ میں اگر کسی کو امن وآشتی کا ایک لمحہ بھی میسر ہے تو وہ سیّد الاولین والآخرین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کے قدموں کا صدقہ ہے اور سارے عالم کو آئندہ بھی امن وسکون کی دولت اسی درِ رحمت سے ہی مل سکتی ہے۔

دُعا ہے کہ مؤلف کی یہ کاوش بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت حاصل کرے اور جہان بھر کے متلاشیانِ امن کے لئے سنگِ میل ثابت ہو، نیز مؤلف، ناشر اور قارئین کے لئے شفاعتِ نبوی ﷺ کی نعمتِ عظمٰی کے حصول کا سبب وذریعہ بن جائے۔ آمین

وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًا

(اور اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو اس شخص پر جو اس دُعا پر آمین کہے)

دُعاگو:

(مولانا) ظہور احمد علوی

مدیر: جامعہ محمدیہ، اسلام آباد، پاکستان

سیکرٹری جنرل جمعیت اہل سنّت والجماعت، اسلام آباد، پاکستان

تاثرات

حافظ زکریا مدنی

(صاحبزادہ حافظ محمد زبیر مہاجر مدنی دامت برکاتہم)

المدینہ المنورہ

المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

اَمَّا بَعدُ ! تمام تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ شانہٗ کے لئے ہیں جس نے انسان کو پیدا کیا تاکہ انسان پر اپنی وہ نعمتیں جو زمانہ کے گزرنے سے ختم نہیں ہوتیں لُٹائے، وہ نعمتیں ایسے خزانوں میں ہیں جو کہ عطا کرنے سے گھٹتے نہیں اور جن تک انسانوں کے ذہنوں کی رسائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انسان کے اندر صلاحیتوں کے ایسے جوہر چھپا رکھے ہیں جن کو بروئے کار لا کر انسان، رحمٰن کے خزانوں سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور وہ اُن ہی صلاحیتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کی جنت میں رہنے کی سعادت بھی حاصل کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رحمت و دُرود و سلام ہو سیّد الاولین والآخرین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ پر جو تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں، جن کو گنہگاروں کی شفاعت کرنے کا اعزاز دیا گیا ہے، جن کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا، جن کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے لوحِ محفوظ اور قلم بنانے سے پہلے تمام نبیوں اور رسولوں کی سرداری اور بندوں تک اپنا پیغام پہنچانے کا شرف عطا کرنے کے لئے چنا اور جن کا انتخاب اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس لئے کیا کہ وہ اللہ کریم کے لامحدود خزانوں میں جو نعمتیں ہیں اُن کی تفصیل بیان کریں اور اُن کو اپنی ذاتِ عالی کے وہ علوم و معارف عطا کئے جواب تک کسی پر نہیں کھولے تھے اور اپنی

جلیل القدر صفات اُن پر منکشف فرمائیں جن کو کوئی نہیں جانتا تھا، نہ کوئی مقرب فرشتہ، نہ کوئی نبی مرسّل اور اُن کے سینہ مبارک کو اُن صلاحیتوں کے ادراک کے لے کھول دیا، جو اللہ تعالیٰ شانہ، نے انسان میں ودیعت فرمائے ہیں، جن فطری صلاحیتوں سے بندے اللہ کریم کا قرب حاصل کرتے ہیں اور اُن سے اپنے دُنیا و آخرت کے اُمور میں مدد حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ شانہ، نے آپ ﷺ کو انسان سے ہر لمحہ صادر ہونے والے اعمال کی دُرستگی کے طریقوں کا علم دیا کیونکہ دُنیا و آخرت کی کامیابی کا مدار اعمال کی دُرستگی پر ہے، جیسے اعمال کی خرابی دونوں جہانوں میں محرومی وخسارہ کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے اُن علوم کو پورا اور اکمل درجہ میں حاصل کیا، جن علوم کی تعداد درختوں کے پتوں اور بارش کے قطروں سے زیادہ ہے اور جن کا ظہور چراغِ نبوت سے ہر وقت ہوتا تھا، پھر جیسا یاد کرنے اور محفوظ رکھنے کا حق ہے، اُن کو یاد کیا اور محفوظ رکھا، وہ سفر وحضر میں حضور اقدس ﷺ کی صحبت میں رہے اور آپ ﷺ کے ساتھ دعوت و جہاد اور عبادات، معاملات، معاشرت کے مواقع میں شریک رہے، پھر اُن اعمال کو نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر آپ ﷺ کے ساتھ رہ کر سیکھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو مبارک ہو، جنہوں نے بغیر کسی واسطہ کے آپ ﷺ سے بالمشافہ علوم اور اُن پر عمل سیکھا، پھر اُنہوں نے اُن علوم کو صرف اپنے نفوس قدسیہ تک محدود نہیں رکھا، بلکہ جو علوم ومعارف اُن کے دلوں میں محفوظ تھے اور جن اعمال کو وہ کرنے والے تھے، وہ دوسروں تک پہنچائے اور سارے عالم کو علوم ربانیہ اور اعمال روحانیہ مصطفویہ ﷺ سے بھر دیا، چنانچہ اُس کے نتیجہ میں سارا عالم، علم وعرفان، خیر و برکات، امن وسلامتی اور اہل علم کا گہوارہ بن گیا اور انسان نور وہدایت کا سرچشمہ بن گئے اور عبادت وخلافت کی بنیاد پر آ گئے۔

اللہ تعالیٰ شانہ، نے اپنی لاڈلے حبیب، سیّد الاولین والآخرین، رحمۃ للعالمین،

حضرت محمد ﷺ کو ایک مثالی نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور لوگوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ، ہر دور، ہر حال میں اور عبادات و معاملات و معاشرت و عادات میں اس نمونے کے مطابق خود بھی بنیں اور دوسروں کو بنانے کی فکر کریں۔ قرآن کریم کی آیت مبارکہ:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

کا یہی مطلب ہے۔ گویا رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی سیرت اور شمائل ایک حیثیت سے عملی قرآن ہے۔ خالقِ کائنات نے خود اپنے لاڈلے محبوب، رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

ترجمہ: (میرے محبوب ﷺ) اور ہم نے آپ (ﷺ) کا ذکر بلند کیا۔

الحمدللہ! آج ساری دُنیا میں ایک ہی نام کی صدائیں ہیں، اور وہ اسم گرامی سیّدنا "محمد ﷺ" کا پاکیزہ اور بابرکت نام ہے اور یہ **وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ** کی عملی تفسیر ہے۔ پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے آخری نبی ﷺ کا ایسا پاک نام رکھا اور پاکیزہ ہے وہ رحمۃ للعالمین ﷺ جسے اس کے معبود نے ایسی فضیلتوں سے آراستہ کیا۔

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ شانہٗ کے فضل و کرم اور اُس کی توفیق سے مؤلف نے زیرِ نظر کتاب "**رحمۃ للعالمین ﷺ اور امنِ عالم**" تحریر فرمائی تا کہ اقوام عالم کو یہ باور کروایا جا سکے کہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ ہی کی بدولت پورا عالم امن و سلامتی کا گہوارہ بنا اور آئندہ بھی آپ ﷺ نے جو عملی نمونہ اپنی سیرت طیبہ کے ذریعے پیش فرمایا، وہ تمام انسانیت اور جہانوں کے لئے رحمت اور اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے رہتی دُنیا تک کے انسانوں کو امن و آشتی اور انسانیت کے احترام کی دعوت دی اور تشدد کی بھرپور ممانعت فرمائی۔ آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی گئیں لیکن آپ ﷺ نے کسی کو بد دُعا نہیں دی اور

نہ ہی ان کے خلاف کوئی جوابی اقدام کیا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کا یہ پیغام قیامت تک کے انسانوں کو تشدد سے نفرت کا درس دیتا ہے۔

الحمدللہ! یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ سینہ دھرتی پر جملہ مذاہب میں سے ''اسلام'' ہی وہ دین برحق ہے، جس کے پاس حقیقی اقدار کا سرمایہ ہے، اور یہ اقدار خالق کائنات نے اپنے آخری نبی، سیّد الکونین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے اسلام کے ذریعے اقوام عالم کے سامنے پیش کیا ہے۔ اقوام عالم کو چاہئے کہ وہ قرآن حکیم اور رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں کیونکہ عالمگیریت کا حامل دستور صرف اسلام کے دامنِ رحمت میں ہے، جو ہر خطہ میں، ہر دور کے جملہ مسائل کا حل پیش کرسکتا ہے اور ہر معاشرے کو تحفظ، خوشحالی، عزت و وقار اور سکھ چین کی ضمانت دیتا ہے۔ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل کر کے دُنیا میں امن قائم کیا جاسکتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی مبارک تعلیمات آفاقی اور پوری انسانیت کی رہبری کے لئے ہیں۔

عالم اسلام کو اس وقت جن چیلنجوں کا سامنا ہے ان میں جوش نہیں، ہوش کی ضرورت ہے تاکہ وہ خود کو سماجی، معاشی اور سیاسی طور پر مستحکم بنائیں۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ' اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، مؤلف اور ناشر کو اپنے شایانِ شان بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور اسے ساری انسانیت کے لئے نافع بنائے۔ (آمین)

بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

طالبِ شفاعتِ محمدی ﷺ

حافظ زکریا مدنی

المدینۃ المنورہ

تاثرات

محمد احمد زبیرؔی

صاحبزادہ محترم جناب عبدالستار زبیرؔی صاحب، سینئر ہیڈ ماسٹر (ریٹائرڈ)

اسسٹنٹ پروفیسر

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی

اسلام آباد، پاکستان

اسلام انسانیت کیلئے حقیقی نجات اور فلاح وسعادت کا ضامن ہے۔ جس طرح دونقطوں کے درمیان صراطِ مستقیم صرف ایک خط ہوسکتا ہے، دوسرے سیدھے خط کا وجود محال اور ناممکن ہے، بالکل اسی طرح انسانیت کی نجات صرف اور صرف اسلام میں ہے اور کوئی متبادل نہیں۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی بنیاد مضبوط اور ٹھوس عقلی دلائل پر قائم ہے۔ اسلام، خالقِ کائنات، ربّ السمٰوٰت والارض کا اپنے بندوں کے لئے تجویز کردہ نظام حیات ہے۔ وہ انسانیت کی فلاح وصلاح کو بخوبی جانتا ہے۔ جس طرح عربی میں کہا جاتا ہے: فَعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُو عَنِ الْحِكْمَةِ ''حکیم اور دانا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا'' چنانچہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون حکیم ہوسکتا ہے اور اس کے تجویز کردہ نظام حیات سے بڑھ کر اور کون سا نظام حکیمانہ ہوسکتا ہے؟

اسلام کا لفظ '' سَلِمَ'' سے ماخوذ ہے، جس کے مفہوم میں امن وسلامتی کی طلب اور تلاش پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اسمائے حسنیٰ میں بھی ایک اسم مبارک السّلام ہے، جس کا

مطلب سلامتی دینے والا ہے۔اس مناسبت سے اگر دیکھا جائے تو امن وسلامتی کے حصول کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے اس عظیم صفاتی نام سے اپنے دامن کو بھرنے کے لئے اور اس بحر نا پید کنار سے سیرابی کے لئے صرف ایک صورت ہے اور وہ ہے اسلام سے وابستگی اور اسلام کی غیر مشروط پیروی۔اسلام پر عمل پیرا ہونے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے اور اس کی برکات وثمرات کیا ہیں؟ کوئی جائے اور صحرائے عرب میں ریت کے ذرّوں سے پوچھ لے یا وادی بطحا کے سنگ ریزوں سے دریافت کر لے، مسلمان تو اس قابل نہیں کہ وہ قابل اعتماد ٹھہریں کیونکہ انہیں جانبداری سے متہم کیا جاسکتا ہے۔پیغمبر اسلام، نبی آخر الزماں، حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس ابدی سعادت کے حامل پیغام کی آخری اور کامل ترین صورت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔آپ ﷺ کے وجود مسعود کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

زمانہ جاہلیت کے عرب معاشرے کی ایک جھلک دیکھ لیجئے اور پیکر رحمت، ابر کرم اور مردہ جاں بلب انسانیت کے لئے آبِ حیات ثابت ہونے والے رحمۃ للعالمین ﷺ کی سیرت طیبہ سے کوئی ایک صفحہ اُٹھا کر دیکھ لیجئے، تو خود فیصلہ فرما لیجئے۔ہجرت کے بعد محض دس سال کے مختصر عرصے میں رحمۃ للعالمین ﷺ کو بیسیوں مرتبہ دشمنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ہزاروں مربع میل پر مشتمل جزیرۃ العرب مفتوح ہوا لیکن فریقین کے مقتولوں کی تعداد محض سینکڑوں میں ہے۔جنگ کے بارے میں آپ ﷺ نے جو تعلیمات دی وہ آج بھی انسانیت کے لئے سرمایہ فخر ہے۔کہنے کو بین الاقوامی قانون اور دُنیا میں حقوقِ انسانی کے علمبردار بھی ان تعلیمات کو مانتے ہیں لیکن ان کے سیرت و کردار اور عمل کو دیکھئے۔

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

ستم ظریفی یہ ہے کہ اسلام کو مسلمانوں کا دین اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کو اس کا خالق تصور کر لیا گیا ہے، یہ انسانیت پر سب سے بڑا ظلم ہے۔اسلام تمام انسانوں کے لئے

ہدایت، ان کے دُکھوں کا مداوا اور ان کے زخموں کا مرہم ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور امن عالم کے حوالے سے اس تالیف میں مؤلف نے اپنے جذبات واحساسات کو ترتیب دیا ہے۔ سیرت طیبہ پر ہر زمانے میں مسلمانوں نے، غیر مسلموں نے، اپنوں نے، بیگانوں نے لکھا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ تالیف بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ سیرت نگاروں کی فہرست میں شامل ہونے کے لئے مؤلف نے اپنی سی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دُعا ہے کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے، مؤلف، ناشر اور قارئین کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

(آمین)

طالبِ شفاعت محمدی ﷺ

محمد احمد زبیری

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان

تاثرات

بریگیڈیئر انجینئر غلام رسول میمن (ریٹائرڈ)

سابقہ مینیجنگ ڈائریکٹر ایئرپورٹ ڈیولپمنٹ ایجنسی (حکومتِ پاکستان)

سابقہ ریجنل کوارڈینیٹر OGDCL، حیدرآباد ریجن پاکستان

تمام تعریفیں اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے ہیں جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور قیامت تک دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ پر، اُن کی آل اور اُن کے اصحابؓ پر۔

کرہ ارض پر جب سے انسانی شعور نے آنکھ کھولی ہے، وہ ایک اہم سوال کے حل میں سرگرم عمل ہے کہ اس دُنیا میں امن وسلامتی کا حصول کس طرح ممکن ہو......؟

دورحاضر کا انسان بھی اسی سوال کے حل میں اپنی ذہنی وفکری توانائیاں صرف کر رہا ہے۔ دُنیا میں امن وسلامتی کے پیش نظر ''نیشلزم'' (وطنی بنیادوں پر قومیت کی تشکیل) کو شرفِ انسانیت کی انتہا تصور کرلیا گیا، لیکن آج اِس کے نتائج سے یہ حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے کہ جسے تریاق سمجھا تھا، وہ انسانیت کے لئے زہرِ قاتل نکلا، چنانچہ خود مغربی مفکرین اس کے مائل ہو چکے ہیں کہ قومیت پرست دُنیا کو فنا کی طرف لے جا رہی ہے اور جنگ کی بنیاد ہی **Nationalism** ہے۔

الحمدللہ! انسانیت کے اس اہم مسئلہ کے حل کے لئے اگر ہم رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ کی طرف رجوع کریں تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں

ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی پاکیزہ محنت سے نہ صرف جزیرۃ العرب امن سلامتی سے متعارف ہوا، بلکہ پوری دُنیا کے لئے رشد وہدایت کی ایسی قندیلیں روشن ہوئیں، جو رہتی دُنیا تک انسانیت کے لئے امن وسکون اور عافیت و اطمینان کی راہ دکھاتی ہیں۔رحمۃ للعالمین، حضوراقدس ﷺ نے نوعِ انسانی کی ہدایت و اصلاح، تعمیر وترقی اور پورے عالم میں امن و سلامتی کی بقاء کے لئے بنیادی اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ گویا کہ آپ ﷺ نے اپنی رسالت کا حق ادا کر دیا۔

الحمدللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے اِس مبارک مشن میں آپ ﷺ کی اُمت کا انتخاب فرمایا تاکہ قیامت تک آنے والے انسان آپ ﷺ کی رحمت سے استفادہ حاصل کرتے رہیں، کیونکہ آپ ﷺ کو ساری انسانیت کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا
وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ

(سبا: ۲۸)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ ﷺ کو سب انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اس بات کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

دوسری جگہ ارشادِ خدوندی ہے:

وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

(الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ (ﷺ) کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کا مبارک ارشاد ہے!

ہر ایک نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام سرخ اور سیاہ اقوام کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

(صحیح مسلم)

مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور حدیثِ نبوی ﷺ اس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور خالق کائنات نے روئے زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کے لئے جو دین پسند فرمایا وہ ''اسلام'' ہے اور پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ آخری نبی ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پر ہی عمل پیرا ہو کر امن عالم قائم ہو سکتا ہے۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی شانِ اقدس کی تعریف و توصیف میں جو کلمات بھی بولے یا لکھے جائیں، یقیناً ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ شانہ کا خصوصی فضل و کرم ہوتا ہے اور جزائے خیر اُس کا مقدر بن جاتا ہے۔ مؤلف نے جس محبت سے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ کا پاکیزہ گلدستہ ''رحمۃ للعالمین ﷺ اور امن عالم'' کی شکل میں تیار کیا ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذاتِ عالی سے امید ہے کہ اس خوشبو سے ساری انسانیت مستفید ہو سکتی ہے۔ بلا شک وشبہ ''اسلام'' ... امن وسلامتی کا دین ہے اور یہ مذہب محبت واخوت، تحمل وبردباری اور عفو ودرگزر کی تعلیم دیتا ہے۔

الحمدللہ! زیرِ نظر کتاب میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں امن عالم کی جو بہترین وضاحت کی گئی ہے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ دورِ حاضر میں بھی معاشرہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے تو ہمیں حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنا ہوگا اور آپ ﷺ کے مبارک طریقوں کا اتباع کرنا ہوگا کہ کس طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے امن وسلامتی کی خاطر پیغمبرانہ صبر وتحمل اور حکمت وبصیرت کا مظاہرہ فرمایا......؟ یہ رحمۃ للعالمین ﷺ

جیسے داعی امن اور صلح و آشتی کے علمبردار ہی کا کارنامہ ہو سکتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے جس وسیع القلبی اور عالی ظرفی کا ثبوت دیا، اس کی مثال اقوام عالم میں نہیں ملتی۔ دُشمنوں سے انتقام لینے کی بجائے خود اُن کی اذیتوں اور مظالم کو یکسر فراموش کر دیا اور فرمایا!

آج تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں، تم سب آزاد ہو۔

خدارا! اقوام عالم اِس بات کو سمجھ لیں کہ اسلام میں کسی قسم کی دہشت گردی کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص اسلام کا لیبل لگا کر دہشت گردی کا مرتکب ہوتا ہے اور اسلام کی بدنامی کا ذریعہ بنتا ہے، تو ایسا کرنے والا نہ صرف اسلام بلکہ ساری انسانیت کا بھی دُشمن ہے۔ خالق کائنات نے واضح طور پر اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَآ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا

(المائدۃ: ۳۲)

ترجمہ: جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں، پس اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے اس پاکیزہ کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اپنے شایانِ شان مؤلف اور ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اِسے ساری انسانیت کے لئے نافع بنائے۔ (آمین)

طالبِ شفاعت محمدی ﷺ

بریگیڈیئر انجینئر غلام رسول میمن (ریٹائرڈ)

حال مقیم: ٹنڈو جہانیاں، حیدر آباد چھاؤنی، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ مؤلف

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی قدرت کا شاہکارِ عظیم ہیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے سوا تاریخ عالم کسی ایسی شخصیت کا نام پیش نہیں کر سکتی، جس کی حیات کا ایک ایک لمحہ اور زبانِ مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ تاریخ نے بصد احترام وعقیدت اپنے سینے میں محفوظ کیا ہو، جو رہتی دُنیا تک انسانیت کے لئے اسوہ حسنہ کا درجہ رکھتا ہے۔

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ ہی وہ واحد شخصیت ہیں جن کی مبارک محنت سے ایسا خوشگوار انقلاب آیا کہ لوگوں کے دل بدلے، دماغ بدلے، عادتیں بدلیں، بلکہ پورا نظام حیات ہی بدل گیا۔ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کے بارے میں رحمۃ للعالمین ﷺ نے عملاً رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ آپ ﷺ ہر لحاظ سے اور ہر معیار سے عظیم ترین ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں سالوں سے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر آج تک نہ جانے کتنی کتب

مختلف زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں اور ان سب کا حاصل یہی ہے کہ اُمّتِ مُسلمہ ہر شعبہ زندگی کے متعلق رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی پاکیزہ ہدایت سے واقف ہو کر دامانِ مصطفٰے ﷺ سے وابستگی کو مضبوط کریں اور اپنے اندر حبّ رسول ﷺ پیدا کریں۔

الحمد للہ! یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کا اسوہ حسنہ انسانی مسائل اور مشکلات کا جس قدر واضح حل پیش کرتا ہے، وہ کوئی اور پیش نہیں کر سکتا، تو کیوں نہ اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا جائے کہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ دہشت گردی نہیں سکھاتے بلکہ اس کا مؤثر سدّ باب کرتے ہیں۔ حقائق سے نظریں چرا لینے اور محض بغض و عناد کی بناء پر مسلمانوں کو موردِ الزام ٹھہرانے سے دُنیا میں حقیقی اور پائیدار امن کبھی قائم نہیں ہو سکتا، نہ یہ کوشش کامیاب ہو سکتی ہیں کہ مسلمانوں کو دُنیا سے مٹا دیا جائے، اس لئے اقوام عالم کو چاہئے کہ وہ اپنی اور مسلمانوں کی تاریخ کا بنظر عمیق مطالعہ کریں اور رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات کا دیگر مذاہب سے موازنہ کریں اور ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ کے خوبصورت، قابل عمل اور عالمگیر اصولوں کی روشنی میں پائیدار امن عالم کی سعی کریں۔

آیئے اس آفتابِ ہدایت کی روشنی سے اپنے سینوں کو منور کریں،
اپنی سماجی و معاشرتی زندگی میں اِن رہنما اُصولوں کو اپنے اعمال کا بنیادی
حصہ بنائیں اور اسلام کے سفیر بن کر ساری دُنیا کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنائیں
اور اقوام عالم کو یہ باور کروائیں کہ "اسلام" میں کسی قسم کی دہشت گردی کی گنجائش نہیں
بلکہ یہ امن و آشتی اور محبت و اخوت کا دین ہے اور یہی وہ واحد عالمگیر مذہب ہے
جس میں سارے عالم کے انسانوں کی دُنیا و آخرت کی کامیابی ہے اور امن عالم
سیرت طیبہ کی روشنی ہی میں ممکن ہے۔

الحمدللہ! یہ کتاب میرے آقا ﷺ کی سیرت ہے، میرے ماں باپ اُن پر قربان، میری جان اُن پر قربان، میری روح اُن پر فدا اور میں کیوں نہ اس پر رشک کروں کہ میدانِ حشر میں جب ہر شخص اپنے ساتھ ایک نامہ لئے ہوگا تو میں (گنہگار) بھی ''رحمۃ للعالمین ﷺ اور امن عالم'' کو بغل میں لئے حاضر ہوں گا۔(انشاءاللہ العزیز)

یہ شرف کافی ہے اسلم کے لئے
اپنے آقا ﷺ کا سیرت نگار ہے

قارئین کرام سے یہ بھی عرض کردوں کہ میں کوئی بڑا ادیب قلمکار نہیں بلکہ صرف اور صرف ایک طالب علم ہوں، اس لئے اوراق کی پریشان عبارت اور الفاظ کی غرابت سے قطع نظر فرماتے ہوئے مقصد اصلی کی جانب توجہ مرکوز رکھیں کہ عقلمند بدمزہ تلخ چھلکے کی وجہ سے مزیدار گودے اور مغز کو نہیں پھینکتا اور سمجھدار انسان حسین کتاب کو بے ڈھب گرد پوش کی وجہ سے بے توجہ نہیں سمجھتا۔ میری اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دُعا ہے کہ وہ پاک ذات اُمّتِ مُسلمہ کو صحیح حسن بصیرت عطا فرمائے، سیّد الانبیاء والمرسلین، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے، عالم اسلام کو اندرونی اور بیرونی سازشوں سے پاک فرمائے اور آخرت میں ہم سب کو رحمۃ للعالمین، حضورر اقدس ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔(آمین)

بجاہِ رحمۃ للعالمین ﷺ

طالبِ شفاعت رحمۃ للعالمین ﷺ

محمد اسلم بن اللہ دتہ بن فقیر محمد

اسلام آباد (پاکستان)

موبائل: 0321-5356969

رحمۃ للعالمین ﷺ کا تعارف

قرآن حکیم کی روشنی میں

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل واکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

الحمد للہ! سیّد الاولین والآخرین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات عالی صفات تمام اخلاق وخصائل، صفات جمال میں اعلیٰ واشرف ہیں۔ ان تمام کمالات جن کا عالم امکان میں تصور ممکن ہے، سب کے سب رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہیں۔ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ ﷺ کے آفتاب کمال کے چاند اور انوارِ جمال کے مظہر ہیں۔ آپ ﷺ کے تعارف اور اوصاف حمیدہ بتلانے کا اللہ تعالیٰ شانہٗ نے خود ہی اپنے کلام پاک میں اہتمام فرمایا ہے۔ بے شک آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کلامِ الٰہی کی عملی تفسیر ہے، چنانچہ شانِ اقدس میں قرآن حکیم سے چند آیاتِ مبارکہ تحریر کی جاتی ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

(الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَ مَآ اَرْ سَلْنٰکَ اِلَّا کَآ فَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِ یْرًا

وَّ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ o

(سبا:۲۸)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ ﷺ کو سب انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اس بات کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

قُلْ یٰٓاَ یُّھَا النَّا سُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا

الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ج

لَآ اِلٰہَ اِ لَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ص

فَاٰمِنُوْا بِا للّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ

وَ کَلِمٰتِہٖ وَ اتَّبِعُوْ ہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ o

(سورۃ الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے اے انسانوں! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف، اُسی اللہ کا جس کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے نبی اُمّی (ﷺ) پر، جو خود ایمان رکھتا ہے اللہ اور اُس کے کلاموں پر، اور اس کی پیروی کرتے رہو تا کہ تم راہ پا جاؤ۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَ اَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ ط

(سورۃ الاحزاب:۶)

ترجمہ: نبی (ﷺ) مؤمنین کے ساتھ اُن کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ (ﷺ) کی بیویاں اُن کی (مؤمنین کی) مائیں ہیں۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا o

(سورۃ الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: رسول اللہ (ﷺ) کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے تمہارے لئے، یعنی اس کے لئے جو ڈرتا ہو اللہ اور روزِ آخرت سے اور ذکرِ الٰہی کثرت سے کرتا ہو۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا o

(سورۃ الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور (سب) نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا o وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا o

(الاحزاب: ۴۵،۴۶)

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے بطور گواہ اور بشارت دینے والا ڈرانے والا، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور بطور ایک روشن چراغ کے۔

☆

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْ نَ عَلَى النَّبِيِّ ط
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰ مَنُوْا صَلُّوْ ا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o

(سورۃ الاحزاب ٥٦)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر رحمت بھیجتے ہیں،
اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا o

(سورۃ الاحزاب: ۷۱)

ترجمہ: اور جس کسی نے اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی،
سو وہ بڑی (عظیم) کامیابی کو پہنچ گیا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَ كِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o

(آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: حقیقت میں اللہ نے (بڑا) احسان مسلمانوں پر کیا کہ اُنہی میں سے ایک پیغمبر (ﷺ)
اُن میں بھیجا جو اُن کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا تھا اور انہیں پاک کرتا ہے
اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور بے شک
یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

☆

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○

(سورہ توبہ:۱۲۸)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس ایک پیغمبر (ﷺ) آئے ہیں، تمہاری جنس میں سے، جو چیز تمہیں مضرت پہنچاتی ہے، اُنہیں بہت گراں گزرتی ہے، تمہاری (بھلائی) کے حریص ہیں، ایمان والوں کے حق میں تو بڑے ہی شفیق ہیں، مہربان ہیں۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○

(سورہ القلم: ۴)

ترجمہ: اور بے شک آپ (ﷺ) اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○

(سورۃ النجم: ۳،۴)

ترجمہ: اور نہ وہ (آپ ﷺ) اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں، (آپ ﷺ کا کلام تو) تمام تر وحی ہے جو اِن پر بھیجی جاتی ہے۔

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ق وَ مَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(سورۃ الحشر: ۷)

ترجمہ: اور رسول (ﷺ) جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لیا کرو، اور جس سے وہ تمہیں روک دیں، رُک جایا کرو۔

☆

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَا رًا خَالِدًا فِيْهَا ص
وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

(سورۃ النسآء : ۱۴)

ترجمہ: اور جو کوئی اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے گا اور اس کے ضابطوں کے
حدود سے باہر نکل جائے گا، اسے وہ (دوزخ کی) آگ میں داخل کرے گا،
اس میں ہمیشہ ہمیشہ پڑا رہے گا اور اسے ذلت دینے والا عذاب ہوگا۔

☆

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَا تَّبِعُوْ نِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَ اللّٰهُ غَفُوْ رٌ رَّ حِيْمٌ ۝

(آل عمران : ۳۱)

ترجمہ: آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو،
اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَ دْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَ ةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط
وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِ كِيْنَ ۝

(سورہ یوسف : ۱۰۸)

ترجمہ: آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ میرا طریق یہی ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، دلیل پر قائم ہوں،
میں (بھی) اور میرے پیرو بھی اور پاک ہے اللہ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

☆

قُلۡ اِنَّنِیۡ ھَدٰنِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۚ

(الا نعام: ۱۶۱)

ترجمہ: آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے پروردگار نے ایک سیدھا راستہ بتا دیا ہے۔

☆

وَ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ عَلَّمَکَ مَالَمۡ
تَکُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ کَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا ۝

(سورۃ النسآء: ۱۱۳)

ترجمہ: اور اللہ نے آپ (ﷺ) پر کتاب اور حکمت اُتاری ہے اور آپ (ﷺ) کو وہ سکھا دیا ہے
جو آپ (ﷺ) نہیں جانتے تھے اور آپ (ﷺ) پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔

☆

ھُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡھِرَہٗ
عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیۡدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّ سُوۡلُ اللّٰہِ ؕ
وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ
تَرٰھُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضۡوَانًا ؕ
سِیۡمَاھُمۡ فِیۡ وُجُوۡھِھِمۡ مِّنۡ اَثَرِالسُّجُوۡدِ ؕ
ذٰلِکَ مَثَلُھُمۡ فِی التَّوۡرٰۃِ ۚ وَ مَثَلُھُمۡ فِی الۡاِ نۡجِیۡلِ ۚ

(سورۃ فتح: ۲۹)

ترجمہ: (اللہ) وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر (ﷺ) کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا

تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد (ﷺ) اللہ کے پیغمبر ہیں
اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ تیز ہیں کافروں کے مقابلے میں
(اور) مہربان ہیں آپس میں، تو انہیں دیکھے گا
(اے مخاطب) کہ (کبھی) رکوع کر رہے ہیں (کبھی) سجدہ کر رہے ہیں،
اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں،
ان کے آثار سجدہ کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں،
یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں۔

☆

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ ۝ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْ خُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَ اجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ اسْتَغْفِرْہُ ط اِنَّہٗ کَانَ تَوَّا بًا ۝

(سورۃ النصر)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچے اور آپ (ﷺ) لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیں تو آپ (ﷺ) اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِ سْلَامَ دِیْنًا ط

(المآئدہ: ۳)

ترجمہ: اور آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کا تعارف

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل واکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین ، خاتم النبیین ، رحمۃ للعالمین ، ہمارے آقا ، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں ، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین ، بہادر اور فیاض تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ تمام انسانوں میں سب سے اشرف تھے اور آپ ﷺ کے مزاج میں سب سے زیادہ اعتدال تھا اور جس میں یہ اوصاف ہوں تو اس کا فعل بہترین افعال کا نمونہ ہوگا ، وہ تمام لوگوں میں حسین ترین صورت والا ہوگا اور اس کا خلق اعلیٰ ترین اخلاق کا نمونہ۔ حضور اقدس ﷺ جملہ جسمانی اور روحانی کمالات کے جامع اور خوبصورتی اور نیک سیرتی کے حامل تھے اور سب سے زیادہ کریم ، سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر جود وسخا والے تھے۔

(بخاری ومسلم)

رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے:

☆ اوّل یہ کہ جوامع الکلم دیئے گئے۔

☆ دوسرے یہ کہ رُعب سے میری مدد کی گئی (یعنی مخالفین پر میرا رُعب پڑھ کر اُن کو مغلوب کر دیتا ہے)۔

☆ تیسرے میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا۔

☆ چوتھے میرے لئے تمام زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا دی گئی۔

☆ پانچویں ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

☆ چھٹے یہ کہ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

(مسلم شریف)

صحیح بخاری میں بروایت حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مروی ہے، جو پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے اکثر اخلاق کریمہ کے لئے جامع ہے اور ان میں کچھ صفاتِ عالیہ قرآن حکیم میں بھی مذکور ہیں، چنانچہ حدیثِ قدسی ہے:

اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپ ﷺ کو اپنی اُمت پر گواہ بنا کر بھیجا،

فرمانبرداروں کو بشارت دینے والا اور گمراہوں کو عذاب سے ڈرانے والا

اور امیّوں کے لئے پناہ دینے والا بنایا ہے،

آپ ﷺ میرے خاص بندے اور رسول ہیں،

میں نے آپ ﷺ کا نام متوکل رکھ دیا کیونکہ آپ ﷺ مجھ پر توکل کرتے ہیں،

نہ آپ ﷺ درشت خو ہیں اور نہ سخت دِل ہیں،

نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہیں،

برائی کا بدلہ برائی سے کبھی نہیں دیتے بلکہ معاف فرماتے ہیں اور در گذر کرتے ہیں،

(گویا آپ ﷺ قرآنی حکم اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ
برائی کا بدلہ بہت عمدہ طریقہ سے دیا کرو، پر عمل پیرا ہیں)

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اُس وقت تک وفات نہیں دے گا جب تک گمراہ قوم کو

آپ ﷺ کے ذریعے سیدھے راستے پر نہ لے آئے،

(یعنی جب تک لوگ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر مسلمان نہ ہوجائیں)

اور جب تک کافروں کی اندھی آنکھوں کو بینائی نہ عطا فرمادے،

اور بہرے کان اور پردے پڑے دلوں کو نہ کھول دے،

ہر عمدہ خصلت سے آپ ﷺ کی تسدید یعنی درستگی کرتا رہوں گا،

ہر اچھی خصلت آپ ﷺ کو عطا کرتا رہوں گا،

اور اطمینان کو آپ ﷺ کا لباس اور شعار بنادوں گا،

پرہیز گاری کو آپ ﷺ کا ضمیر یعنی دِل بنادوں گا،

حکمت کو آپ ﷺ کی سوچی سمجھی بات بنادوں گا،

سچائی اور وفاداری کو آپ ﷺ کی طبیعت بنادوں گا،

معافی کو آپ ﷺ کی عادت بنادوں گا،

انصاف کو آپ ﷺ کی سیرت،

حق کو آپ ﷺ کی شریعت،

ہدایت کو آپ ﷺ کا امام

اور دین اسلام کو آپ ﷺ کی ملت کا درجہ دوں گا،

آپ ﷺ کا اسم گرامی احمد ہے،

آپ ﷺ ہی کے ذریعے میں لوگوں کو گمراہی کے بعد سیدھا راستہ دکھاؤں گا،

جہالت تامہ کے بعد میں آپ ﷺ کے ذریعے علم وعرفان عطا کروں گا،

آپ ﷺ کے ذریعے میں اپنی مخلوق کو پستی سے نکال کر بام عروج تک پہنچاؤں گا،

آپ ﷺ کی بدولت اپنی مخلوق کو جاہل وناشناس حق ہونے کے بعد بلندی عطا کروں گا،

آپ ﷺ کی محنت کی بدولت آپ ﷺ کے متبعین کی کم تعداد کو بڑھا دوں گا،

لوگوں کے فقر وفاقہ میں مبتلا ہو جانے کے بعد میں آپ ﷺ کے ذریعے

ان کی حالت کو غنا میں تبدیل کر دوں گا،

اختلافات رکھنے والے دلوں، پراگندہ خواہشات اور متفرق قوموں میں

آپ ﷺ کے ذریعے الفت پیدا کروں گا

اور میں آپ ﷺ کی اُمت کو بہترین اُمت قرار دوں گا

جو انسانوں کی نفع رسانی کے لئے نکالی گئی ہے۔

(مدارج النبوۃ)

☆

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس، حضرت محمد ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ میں رحمت کا نبی (ﷺ) ہوں، میں رحمت کا رسول (ﷺ) ہوں، میری عزت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پہلے اور پچھلے لوگوں سے زیادہ ہے اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں اور مجھے سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے اور میرے آنے سے سب نبی ختم کر دیئے گئے، میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جو اُس نے مخلوق کو عطا کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس، حضرت محمد ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں (اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں) اور میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا جھنڈا قیامت کے دِن اُٹھانے

والا ہوں جس کے نیچے آدم علیہ الصلوٰۃ السلام اور اولادِ آدمؑ ہوگی (اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں) اور میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں گا، میں ہی وہ ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا، میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔(مشکوٰۃ شریف)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس، حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں محمد (ﷺ) ہوں اور احمد (ﷺ) ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں (اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا) اور میں حاشر ہوں (سب لوگ میرے قدموں پر جمع کیے جائیں گے) اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی۔

(بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے مشرکین کے لئے بد دُعا کرنے کی درخواست کی گئی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (مسلم)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس، حضرت محمد ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ اب نبوت منقطع ہو چکی ہے، لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا، نہ کوئی نبی۔(ترمذی)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس، حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمین و آسمان کی ہر

چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) ہوں مگر نافرمان جن اور انسان (نہیں جانتے)۔ (سنن دارمی)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق جمع ہو کر آئیں گے اور عرض کریں گے کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ ہی وہ ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ سے نبوت کو شروع فرمایا اور آپ ﷺ ہی پر ختم کیا اور آپ ﷺ کی سب اگلی پچھلی لغزشیں معاف کیں (اس لئے ہماری سفارش کیجئے)۔

(از فتح الباری: جلد ۱۱ص ۴۷۸)

حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں بنی قریظہ میں سے اپنے ایک بھائی کے پاس گزرا، اس نے تورات سے کچھ جامع کلمات لکھ کر مجھے دیے ہیں تا کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے پیش کروں، یہ سن کر حضور اقدس ﷺ کا چہرہ مبارک بدل گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر خود موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی تمہارے اندر آ جائیں اور تم اُس وقت اُن کی اتباع کرنے لگو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے، کیونکہ تم تمام اُمتوں سے صرف میرا حصہ ہو اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے صرف میں تمہارا حصہ ہوں۔ (مسند احمد)

☆

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میری امت میں تیس (30) کذّاب (بہت زیادہ جھوٹے) ظاہر ہوں گے، جن سے ہر

ایک اپنے نبی ہونے کا (جھوٹا) دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں (اللہ تبارک وتعالیٰ کا) آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (ترمذی شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ شب اسریٰ میں جب مجھے آسمان پر لے گئے تو مجھے میرے ربّ نے اپنا اتنا قرب عطا فرمایا کہ قاب قوسین (دو کمانوں کی مقدار) کا فاصلہ درمیان میں رہ گیا یا اس سے بھی کم ہوا اور آواز دی، اے میرے محبوب، اے محمد (ﷺ)! میں نے عرض کیا، اے میرے پروردگار! حاضر ہوں، پھر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں یہ ناگوار ہے کہ میں نے تمہیں آخری نبی کر دیا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، پھر ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں یہ ناگوار ہے کہ ہم نے تمہاری اُمّت کو آخر الامم بنا دیا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں اے میرے ربّ، ایسا نہیں، پھر فرمایا کہ اپنی اُمّت کو میرا اسلام پہنچا دو اور کہہ دو کہ میں نے تمہیں آخر الامم کر دیا۔ (کنز الاعمال، جلد ۲، ص ۱۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! قسم ہے اُس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس اُمّت کا جو کوئی بھی یہودیا نصرانی میری خبر سن لے (یعنی میری نبوت و رسالت کی دعوت اُس کو پہنچ جائے) اور پھر وہ مجھ پر، میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو ضرور وہ دوزخیوں میں ہوگا۔

(مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے سوال کیا، یا رسول اللہ (ﷺ)!

ایک نصرانی شخص ہے، جو انجیل کے موافق عمل کرتا ہے اور اسی طرح ایک یہودی شخص ہے، جو تورات کے احکام پر چلتا ہے، اور وہ اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان بھی رکھتا ہے، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کے دین اور آپ ﷺ کی شریعت پر نہیں چلتا تو فرمایئے کہ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! جس یہودی یا جس نصرانی نے میری بابت سن لیا (یعنی میری دعوت اُس کو پہنچ گئی) اور اس کے بعد بھی اُس نے میری پیروی نہیں کی تو وہ دوزخ میں جانے والا ہے۔ (دار قطنی اور معارف الحدیث)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ہم سب سے آخری اُمت ہیں اور قیامت میں سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا، پکارا جائے گا کہ کہاں ہے اُمت اُمیہ اور اس کے نبی (ﷺ) اس لئے ہم ایک حیثیت سے سب سے اوّل بھی ہیں اور سب سے آخر بھی۔ (کنزالاعمال)

حضرت عمر بن قیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک امر منتظر کے لئے چھانٹ لیا ہے اور مجھے انتخاب فرمایا ہے، پس ہم قیامت کے روز آخرین ہوں گے اور ہم ہی سابقین ہوں گے۔ (کنزالاعمال)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں کرتا اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں کرتا اور میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں، میری شفاعت قبول ہوگی اور فخر نہیں کرتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

رحمۃ للعالمین ﷺ کا حلیہ مبارک

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء و المرسلین، خاتم النّبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے بارے میں اکابرین تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے جمال مبارک کو کماحقہٗ تعبیر کر دینا، یہ ناممکن ہے۔ اپنی ہمت و وسعت کے موافق حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس کو ضبط فرمایا۔ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا پورا جمال مبارک ظاہر نہیں کیا گیا، ورنہ آدمی آپ ﷺ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کا اُمت مسلمہ پر نہایت احسان ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے کمالاتِ معنوی علوم و معارف کے ساتھ ساتھ کمالاتِ ظاہری و جمال کی بھی اُمت تک تبلیغ فرمائی۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اقدس ﷺ کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے، میرا دل چاہتا تھا کہ وہ اُن اوصافِ جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں اُن اوصافِ جمیلہ کو ذہن نشین کر کے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی عمر حضور اقدس ﷺ کے وصال کے

وقت سات سال کی تھی اس لئے کم عمری کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کے اوصافِ جمیلہ کو غور سے دیکھنے اور محفوظ کرنے کا ان کو موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے حضور اقدس ﷺ کے حلیہ شریف کے متعلق فرمایا!

آپ ﷺ خود اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے بھی اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رُتبے والے تھے، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا، آپ ﷺ کا قد مبارک بالکل درمیانے قد والے سے لمبا تھا لیکن زیادہ لمبے قد والے سے چھوٹا تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے، اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے اور آپ ﷺ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے (یعنی اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے تھے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے، کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی تو نکال لیتے)۔ جس زمانے میں آپ ﷺ کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو کان کی لو سے بڑھ جاتے تھے، آپ ﷺ کا رنگ مبارک نہایت چمکدار تھا اور پیشانی کشادہ تھی، آپ ﷺ کے اَبرو مبارک خم دار باریک اور گنجان تھے، دونوں اَبرو جُدا جُدا تھے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیان ایک رَگ جو غصہ کے وقت اُبھر جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا، دیکھنے والا آپ ﷺ کو بڑی ناک والا سمجھتا، لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے، ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہیں تھی۔ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک بھر پور اور گنجان تھی۔ آپ ﷺ کا دَہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا)۔ آپ ﷺ کے دندان مبارک

باریک اور آبدار تھے اور ان میں سامنے کے دانتوں میں ذرا فصل بھی تھا۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ آپ ﷺ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسے کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی۔ آپ ﷺ کے سب اعضاء مبارکہ نہایت معتدل اور پُر گوشت تھے اور بدن گھٹا ہوا تھا۔ پیٹ مبارک اور سینہ مبارک ہموار تھا، لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ پاکیزہ جوڑوں کی ہڈیاں مبارکہ قوی اور بڑی تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے)۔ آپ ﷺ کے بدن اطہر کا وہ حصہ بھی جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا، چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں ڈھکا رہتا ہو۔ سینہ مبارک اور ناف مبارک کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں مبارکہ اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا البتہ دونوں بازوں مبارکہ اور کندھے مبارکہ اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے۔ آپ ﷺ کی کلائیاں مبارکہ لمبی تھیں اور ہتھیلیاں مبارکہ فراخ۔ آپ ﷺ کی پاکیزہ ہڈیاں معتدل اور سیدھی تھیں۔ ہتھیلیاں مبارکہ اور قدمین مبارکہ گداز اور پُر گوشت تھے۔ پاکیزہ ہاتھوں اور پاؤں مبارکہ کی پاکیزہ اُنگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ آپ ﷺ کے پاکیزہ تلوے قدرے گہرے تھے۔ قدم مبارک ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرے اور چکنے ہونے کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا، فوراً ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ ﷺ چلتے تو قوت سے قدم اُٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے۔ قدم مبارک زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا۔ آپ ﷺ تیز رفتا تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے، چھوٹے چھوٹے

قدم نہیں رکھتے تھے ۔ جب آپ ﷺ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا نچان میں اُتر رہے ہیں ، جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے ۔ آپ ﷺ کی نظر مبارک بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی ۔ آپ ﷺ کی عادت شریفہ عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی ، زیادہ شرم وحیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے ۔ چلنے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور خود پیچھے رہ جاتے تھے ۔ جس سے ملتے سلام کرنے میں خود پہل فرماتے ۔

(بحوالہ : حیاۃ الصحابہؓ)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

رحمۃ للعالمین، خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا ظہور ایسے حالات میں ہوا جب پوری انسانیت تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، ہر سُو ظلمت کا دَور دورہ تھا۔ حیاتِ انسانی ظلمت و فساد کا شکار تھی اور امن و سکون غارت ہو چکا تھا۔ شرافت و دیانت کا نام و نشان مٹ چکا تھا، روحانیت معدوم ہو چکی تھی، کہیں خود تراشیدہ بتوں کی پرستش کی جا رہی تھی، کہیں سورج، چاند، ستاروں کی پوجا کی جا رہی تھی۔ بتوں کی خوشنودی کے لئے انسانوں کا خون بہایا جا رہا تھا۔ دُنیا میں شراب نوشی، غارت گری اور ہر قسم کی فحاشی و عریانی پر فخر کیا جاتا تھا۔ ہر خطے میں فرعون، ہامان اور قارون برسرِ اقتدار تھے۔ خود عرب کا ماحول جو رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کا اوّلین میدانِ عمل بنا، اس کا تصور کیجئے تو دِل دہل جاتا ہے۔ ایک دَور میں عاد و ثمود، سبا اور عدن و یمن کی سلطنتوں کے سائے میں کبھی تہذیب کی کرنیں نمودار ہوئی تھیں، جو مدتوں پہلے گُل ہو چکی تھیں۔ ہر طرف ایک انتشار تھا، جنگ و جدل اور لوٹ مار کا دَور

دورہ تھا۔انسان حیوانوں کی طرح زندگی بسر کر رہا تھا۔حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ و السلام کی آمد کا سلسلہ مدت سے منقطع ہو چکا تھا۔

ان حالات میں یقیناً کوئی دوسرا ہوتا تو زندگی سے فرار اختیار کر لیتا کیونکہ دُنیا میں کچھ ایسے نیک اور حساس لوگ بھی تھے، جنہوں نے بدی سے نفرت کی، مگر وہ بدی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ ہو سکے اور اپنی جان کی سلامتی کے لئے دُنیا سے کنارہ کش ہو کر غاروں اور جنگلوں میں پناہ گزیں ہو گئے اور راہب بن گئے، مگر رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ نے انسانیت کو طوفانی موجوں سے نکالا اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نجات کا راستہ کھولا اور تمدن کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچایا۔

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی آمد سے سرزمین عرب میں ہی نہیں بلکہ گلستانِ عالم میں بھی بہار آ گئی۔آپ ﷺ کی مبارک محنت سے ایسا انقلاب بپا ہوا کہ لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں، مزاج بدل گئے، رسم و رواج بدل گئے، راج بدل گئے، کاج بدل گئے، حتیٰ کہ سارا سماج بدل گیا۔عورتوں کو اُن کے حقوق ملے، غلام ساری دُنیا کے امام بن گئے، خونخوار غمگسار بن گئے، محکوم تاجدار ہو گئے، بے سہاروں کو سہارا ملا، بے آسروں کو آسرا ملا اور غلاموں کو آزادی کا مژدہ ملا۔یہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی مبارک محنت کا ثمرہ تھا کہ کائنات کا نقشہ ہی بدل گیا۔آپ ﷺ کی مبارک محنت کی بدولت انسانوں نے جینا سیکھا، امیروں نے دینا سیکھا، غریبوں میں خودداری آئی اور چین نصیب ہوا۔غرضیکہ انسانی زندگی میں ایسی بہار آئی جو اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔

امن و سلامتی کی پکار رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ نے پیش فرمائی۔پہلے کبھی

بھی امن وامان اور صلح و آشتی کا پیغام جانفزا، پوری انسانیت کے لئے عالمگیر و ہمہ گیر طریقہ سے پیش نہیں کیا گیا، کیونکہ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت ورسالت یا آسمانی الہامی ہدایت کا امکان باقی نہیں رہا اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی دعوت ہمیشہ کے لئے، ساری دُنیا کے انسانوں کے لئے، آنے والے تمام زمانوں کے لئے قائم و دائم، جاری وساری ہے۔ اس لئے یہی آخری دعوت، آخری پکار ہے اور اس لئے بھی کہ امن وامان اور صلح و آشتی کا جو زیادہ سے زیادہ تصور، بڑے سے بڑا نقشہ اور جزوی، کلی، انفرادی، اجتماعی، مقامی، عالمی انتظام و انصرام انسانیت کے لئے ممکن ہے، وہ سب کچھ پہلے ہی رحمۃ للعالمین ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے مکمل ہو چکا، لہٰذا امن و امان کے حوالہ سے آئندہ سوچی جانے والی ہر تدبیر، رحمۃ للعالمین ﷺ کے عطا کردہ نظام امن کے مقابلہ میں دراصل ناقص وفرسودہ ٹھہرے گی۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ جب داعی امن بن کر تشریف لائے تو صرف شعبہ ہائے زندگی کی اصلاح ہی کافی نہ تھی، بلکہ پوری زندگی میں انقلاب بپا کرنا مقصود تھا..... انقلاب بھی کیسا؟ جس کا مرکز و محور دِل تھا، جہاں عقیدہ جڑ پکڑتا ہے، جہاں ایمان ویقین کا خزانہ ہے۔ چنانچہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے پہلے دلوں کو بدلا، فکر و نظر کی اصلاح کی، امن کو عقیدہ میں اُتارا، صلح و آشتی کو یقین کا حصہ بنایا، ضمیر کو لذتِ امن سے آشنا کیا، باطن سے خوف کے ہر کانٹے کو دُور کیا اور یوں کلمہ توحید کے ذریعہ امن و آشتی کے انقلاب کی بنیاد رکھی۔ اس باب میں رحمۃ للعالمین ﷺ نے نہ قومیت کا نعرہ بلند کیا، نہ کسی عصبیت کو ہوا دی، نہ اقتصادی بدحالی دُور کرنے کا مشورہ دیا، نہ اخلاقی برائیوں اور سماجی خرابیوں کا اصلاحی پروگرام جاری کیا، صرف ایک کلمہ کی طرف بلایا اور اس اعلان کے ساتھ بلایا کہ ایک کلمہ کا قرار کرلو، عرب و عجم تمہارے زیر نگیں ہو جائیں گے۔ لہٰذا توحید پر ایمان ہی سفر انقلاب کی

ابتدا ٹھہرا۔ توحید ہی رحمۃ للعالمین ﷺ کے تمام روشن کارناموں کا سرچشمہ ہے۔ تمام راستے اسی کی روشنی سے منور ہوتے ہیں۔ دُنیا میں جتنی بدامنی پائی جاتی ہے، اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ جب تک انسان اپنے سے بالاتر کسی اور کو تسلیم نہ کرے اور جب تک اسے یہ یقین نہ ہو کہ مجھ سے اوپر بھی کوئی ہے، اس وقت تک یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ظلم کا دروازہ بند ہو اور امن وامان قائم ہو سکے، عقیدہ توحید ہی انسان کو امن وسلامتی کی شاہراہ پر گامزن کرتا ہے۔ امن وسلامتی کی اسی شاہرہ کا نام اسلام ہے۔ یہی وہ پیغام امن، وہ نظام صلح وآشتی ہے، جس کے پہنچانے پر رحمۃ للعالمین ﷺ مامور من اللہ تھے۔ اسلام کے لفظی معنی ہی امن وسلامتی کے ہیں۔ ''امن اور اسلام'' اس درجہ لازم وملزوم ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا، اس لئے ''اسلام امن ہے اور امن اسلام ہے'' چنانچہ دین اسلام امن وآشتی کا گہوارہ اور امن عالم کا ضامن ہے۔

اسلام کی پوری عمارت (اساس و بنیاد سے لے کر تا حدِ افلاک بلندیوں تک) امن وامان اور سلامتی سے مزین ہے۔ مثلاً اسلام کی بنیاد و اساس اور شرطِ اوّل، ایمان ہے، ایمان بھی ''امن'' سے مشتق ہے اور امن کے اصلی معنی نفس کے اطمینان پکڑنے کے ہیں اور خوف نہ رہنے کے ہیں، گویا امن، سکون وسلامتی کا نام ہے۔ سچے ایمان کی علامت یہی ہے کہ جو مومن کی طبیعت میں امن پیدا کرے اور انسانوں کے بارے میں اُسے امن پسند بنا دے۔ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی مبارک تعلیمات میں ہے کہ مسلمان جب آپس میں ملیں تو ایک دوسرے کو سلامتی کی دُعا دیں اور وہ الفاظ بھی بتا دیئے کہ "السلام علیکم" کہا جائے اور دوسرا مسلمان جواب میں "وعلیکم السلام" کہے۔ (صحیح بخاری)

ایک موقع پر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا! اللہ کی قسم وہ مسلمان نہیں، اللہ کی

قسم وہ مسلمان نہیں، اللہ کی قسم وہ مسلمان نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جس کے شر سے اُس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔ (صحیح بخاری)

ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا! ایک مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے پر حرام ہے۔ (مسلم شریف)

ایک موقع پر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا! مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح بخاری)

امن ہی وہ فلاح ہے، جس کے لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے معاشرہ کی تشکیل نظام صلوٰۃ کے ذریعے فرمائی اور پانچوں وقت مؤذن سے ''**حَیَّ عَلَی الْفَلَاح**'' کا اعلان فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ امن و امان اور سلامتی، صلح و آشتی ہر جہت سے اسلام کا مقصد ہے، اس لئے اس کی تمام اصولی و فروعی تعلیمات میں، تمام احکام و قوانین میں یہی روح کارفرما ہے۔ ان باتوں کی علمی، فنی اور اصطلاحی تشریح کے لئے اگرچہ دفتر کے دفتر درکار ہیں، لیکن ان کی جامع و مانع عملی و حقیقی تصویر، اسوہ رحمۃ للعالمین ﷺ میں صاف اور واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اس فرضِ منصبی کی تکمیل کے لئے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے دعوت الی اللہ والی محنت اختیار فرمائی اور انسانوں کے دلوں پر محنت کی۔ آپ ﷺ نے پہلے افراد کو تیار کیا، ان کے دلوں کو بدلا، اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ عالی کا تعارف کروایا ان کے باطن میں امن کی جوت جگائی، بدی سے نفرت دلوائی، ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ یہ سب ایک اللہ کے بندے بن گئے اور ہر امتیاز، ہر عصبیت کا لبادہ اتار کر ایک رنگ میں، اللہ کے رنگ میں، رنگے گئے اور سب کے سب ایک اللہ کے پرستار

اور امن وسلامتی کے متوالے بن گئے۔

الحمد للہ! چند ہی سالوں میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی پاکیزہ اور مبارک محنت سے آپ ﷺ کے جانثاروں کی ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی، جس کا ہر فرد بہترین انسانی صفات وکمالات سے آراستہ، حسن اخلاق کا پیکر، آدمیت وانسانیت کا نمونہ، خیر وفلاح کا منبع اور امن وسلامتی کا سفیر بن کر اُبھرا۔ بعد ازاں اسی مبارک جماعت نے اسلام کے لئے اور فروغِ امن وسلامتی کے لئے ہراوّل دستہ کا کام کیا۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ نے دعوت الی اللہ کی مبارک محنت کے ذریعے اصلاح معاشرہ کا کام انتہائی کامیابی سے سرانجام دیا بلکہ پوری اُمت مسلمہ کو نگہبان اور نگران ٹھہرا کر اس سلسلہ کو جاری وساری فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو جسد واحد سے تعبیر فرمایا ہے اور فرمایا کہ جو توڑے اس سے جوڑو، جو چھینے اس کو عطا کرو، جو ظلم کرے اس کو معاف کرو، ایسے پاکیزہ اخلاق آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو عطا فرمائے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہٗ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان کامل ہوجائے، آپ ﷺ نے فرمایا! اپنے اخلاق بلند کرلے، تیرا ایمان کامل ہوجائے گا۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرہ کی اصلاح چاہتے ہیں، امن وامان چاہتے ہیں تو ہمیں بھی رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی اتباع کرنا ہوگی، پھر ہمارا معاشرہ بھی امن وسلامتی اور محبت واخوت کی منہ بولتی تصویر بن جائے گا۔

باب نمبر 1

رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت سے قبل

حالاتِ عالم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل واکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ جس وقت تبلیغ عالم کے لئے مبعوث ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام عالم پر جہالت وگمراہی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور امن عالم تباہ ہو چکا تھا۔ توحید کا چراغ جو مختلف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے مختلف ادوار میں روشن کیا تھا، گل ہو چکا تھا اور روئے زمین پر کہیں بھی صحیح عقیدہ موجود نہ تھا۔

چھٹی صدی عیسوی میں جہاں تک اِن ممالک کا تعلق ہے، جہاں عظیم الشان حکومتیں قائم تھیں، جو تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت اور علوم وفنون کے مرکز سمجھے جاتے تھے، وہاں مذاہب کی شکل بالکل مسخ ہو چکی تھی۔ اس دَور کی دو بڑی سلطنتیں، جن میں ایران (فارس) اور روم زیادہ مشہور تھیں، بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ ''سپر پاور'' کہلاتی تھیں۔ ایران میں مجوسی حکومت قائم تھی، جبکہ روم میں عیسائی سلطنت۔ اس کے علاوہ ہندوستان

میں پرانوں کا زمانہ تھا، وہ اپنے گندے اُصولوں کی طرف بندگانِ خدا کی رہبری کرتے تھے۔ یورپین قومیں جہالت وناخواندگی میں گری ہوئی تھیں۔چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر خدا سے منہ موڑلیا تھا۔جزیرۃ العرب میں غیر منظم قبائل بکھرے پڑے تھے۔ذیل میں ان ممالک کے حالات کی عکاسی کی جاتی ہے۔

☆ ایران (فارس)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی بعثت سے قبل ایران پر مجوسی قوم حاکم تھی۔ایران کے اکثر لوگ ستاروں کو پوجتے تھے، امیروں اور بادشاہوں کو سجدے کرتے تھے اور اُن کے بھجن گاتے تھے۔عام اجازت تھی کہ باپ بیٹی سے اور بھائی بہنوں سے شادی کرلیں۔ایران کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ یزدگرد ثانی شاہ ایران نے خود اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور پھر اسے قتل کرڈالا۔

(بحوالہ: رسولِ وحدت ﷺ)

رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت سے قبل قباد اوّل جو ایران کا بادشاہ تھا، جسے بعد میں قید کردیا گیا، اس کے عہد میں مزدک نامی ایک مذہبی پیشوا تھا، جس نے اپنے اہل وطن کو کھلم کھلا یہ تعلیم دی کہ زن، زر اور زمین پر کسی کا قبضہ نہیں ہونا چاہئے۔سب مرد اور عورتیں جس طرح چاہیں آزادی کی زندگی بسر کریں۔ایران میں انسانیت کی ذلت وپستی کی حد ہوگئی تھی کہ وہاں کے بے شمار امراء نے مزدک کے مذہب کو اس طرح قبول کرلیا گویا وہ ایک عرصے سے انہی عقائد کے منتظر تھے۔سپاہیوں اور افسروں کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ **611** ء میں جب ایران نے بیت المقدس کو فتح کیا تو ایک دن میں عیسائیوں کے تمام گرجے جلا دیئے گئے۔تین سو سال کے

چڑھاوے اور یادگاریں لوٹ لی گئیں اور 90000 عیسائیوں کو قتل کر دیا گیا۔
(بحوالہ: رسول وحدت ﷺ)

آرتھر کرسٹن سین اپنی کتاب ''ایران بعہد ساسانیان'' میں لکھتا ہے!

''نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف کسانوں نے بغاوتیں کر دیں، لوٹ مار کرنے والے اُمراء کے محلوں میں گھس جاتے، مال واسباب لوٹ لیتے تھے، عورتوں کو پکڑ کر لے جاتے تھے اور جاگیروں پر قبضہ کر لیتے تھے، زمینیں رفتہ رفتہ غیر آباد ہو گئیں، اس لئے کہ یہ نئے جاگیردار زراعت سے بالکل ناواقف تھے''۔
(بحوالہ: رسول وحدت ﷺ)

آر۔سی۔دت اپنی کتاب Ancient India میں لکھتا ہے:

''ملک کی تمام دولت اور آمدنی کے وسائل بادشاہوں کی ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ دولت جمع کرنے، تحائف اور قیمتی اشیاء جمع کرنے کے جنون، معیار زندگی کی بلندی اور زندگی سے لطف اندوز ہونے کو زندگی کا مقصد بنا لیا گیا تھا۔ دوسری طرف غریب عوام سخت مفلوک الحال اور مصیبت زدہ تھے۔ مختلف قسم کے ٹیکسوں اور لازمی فوجی بھرتی سے عاجز آکر بہت سے کسانوں نے اپنے کھیتوں کو خیر باد کہہ دیا اور راہبوں کی خانقاہوں میں پناہ لی۔ وہ مشرقی ساسانی سلطنت اور مغربی بازنطینی سلطنت کی طویل جنگوں میں حقیر ایندھن کی طرح کام آتے رہے۔

☆ رُوم

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل دُنیا میں دوسری بڑی سلطنت روم کی تھی، جس پر عیسائی قوم حاکم تھی۔ چھٹی صدی کے خاتمہ کے قریب رومی سلطنت

اپنے زوال کے پست ترین نقطہ تک پہنچ چکی تھی۔ اس کی پستی کے اسباب میں سالہا سال کی دردناک خانہ جنگی، اندرونی سازشیں، مذہبی لڑائیاں، روم اور فارس کی مسلسل اور طویل خونریزیاں قابل ذکر ہیں۔

(بحوالہ: رسولِ وحدت ﷺ)

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے کہ صرف **533**ء کے ایک فساد میں تیس ہزار آدمی قتل کیے گئے تھے۔ ایڈورڈ گبن اپنی تصنیف **(Decline And Fall of the Roman Empire)** میں لکھتا ہے:

''تفریح و تعیش میں وہ اتنا آگے بڑھ گئے تھے کہ اس کی سرحدیں درندگی و بربریت سے مل گئی تھیں۔ مغربی رومیوں پر جرمن وغیرہ وحشی قبائل نے دھاوے بول دیئے تھے اور صدر مقام روما پر قبضہ کر لیا تھا۔ اہل روم کی مذہبی حالت بھی ابتر تھی۔ وہ ستاروں، دیوتاؤں اور بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور بشریت کی بحثوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ **514**ء میں خود عیسائیوں کے دو گروہوں میں مذہبی جنگ چھڑ گئی، جس میں **65000** عیسائیوں کو شہر بدر کر دیا گیا''۔

(بحوالہ: مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

عیسائیت کئی فرقوں میں بٹ گئی تھی، ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے خون کا پیاسا تھا۔ پادریوں نے اپنے مذہبی منصب کو جاہ و حشمت کے حصول کا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔ ہر پادری دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ہر ممکن سعی کرتا اور ان پادریوں میں ہر قسم کی برائی پیدا ہو چکی تھی۔ گرجا کے پادریوں نے مذہب کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے اور امن، محبت اور نیکی کو مفقود کر دیا تھا، اصل مذہب کو بھول گئے تھے اور اس کے متعلق اپنی

خیال آرائیوں پر جھگڑتے تھے۔

اس زمانے میں ایک مریمی فرقہ پیدا ہوا، انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو ''خدا کی ماں'' کا لقب دیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ خدا کی تثلیث میں مریم علیہا السلام بھی شامل ہیں۔ یہ تو پادریوں کی حالت تھی، اب رہے راہب تو یہ قسم کھاتے کہ تمام عمر غسل نہیں کریں گے۔ کسی نے اپنے آپ کو دلدل میں ڈال دیا تھا، کوئی اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑے رکھتا تھا، کوئی سایہ کو اپنے اوپر حرام سمجھتا تھا، کوئی زندگی بھر کے لئے حجرے میں مقید ہو گیا تھا۔ یہ چیزیں ان کی دینداری کا معیار تھیں اور یہ اس زندگی پر بہت فخر کرتے تھے۔ (بحوالہ: رسولِ وحدت ﷺ)

☆ ہندوستان

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے وقت ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ تھا۔ مشہور مورخ البیرونی اپنی مشہور تاریخ ''کتاب الہند'' میں لکھتا ہے:

''ہندو اپنے جسم کا کوئی بال نہیں کاٹتے تھے۔ وہ اپنے ناخن نہیں کاٹتے تھے۔ گرمی کے باعث پہلے ننگے پھرا کرتے تھے۔ اپنی سستی پر فخر کرتے تھے۔ وہ ناخنوں سے کھجلاتے اور جوئیں ٹٹولتے تھے۔ خالی پیٹ شراب پیتے۔ اپنے بدنوں پر گائے کا گوبر ملتے، ان کا پیشاب پی جاتے۔ مرد عورتوں کی طرح بالیاں، چھلے اور چوڑیاں پہنتے، پاجاموں کی جگہ چادر باندھتے اور جو لوگ کم لباس پہننا چاہتے، وہ صرف دو انگلی چوڑا چیتھڑا لے کر رانوں کے درمیان سے نکال لیتے اور اس کے دونوں سرے رسی کے کمر بند میں اٹکا لیتے تھے۔ ہندوستان میں بے شمار سادھو ایسے تھے، جو مرد اور عورت کے سامنے بالکل ننگ دھڑنگ چلتے پھرتے تھے''۔ (بحوالہ: کتاب الہند)

آر۔سی۔ذت **Ancient India** میں لکھتا ہے:

"وید کے **33** دیوتاؤں کی تعداد **33** کروڑ تک پہنچ چکی تھی۔مندروں میں بداخلاقی عروج پر تھی اور مذہب کے نام پر لُوٹا جا رہا تھا۔ذات پات کی تفریق عام تھی۔عورتوں کی حیثیت غلام سے زیادہ نہ تھی۔عورتیں جوئے میں ہاری جاتیں۔ایک عورت کے کئی شوہر ہوتے۔بیواؤں کو اس قدر تکلیف میں رکھا جاتا کہ وہ شوہر کے ساتھ جل مرنے کو مناسب سمجھتی تھیں۔راجاؤں کے محلات میں شراب خوری عام تھی۔سڑکوں پر آوارہ گردلوگوں کے ہجوم رہتے تھے"۔

(بحوالہ: قدیم ہندوستان)

شکتک مت والوں کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔انہوں نے اجازت دے رکھی تھی کی کئی مرد مل کر ایک عورت سے شادی کر سکتے تھے۔مذہبی پیشوا اپنے مریدوں کی بیویوں میں حصہ دار سمجھے جاتے۔نئی دُلہنیں شادی کا پہلا ہفتہ مذہبی پیشواؤں کے ہاں بسر کرتیں۔سال کی بعض خاص راتیں شراب اور عیاشی کے لئے وقف کردی جاتیں۔شکتک مت والوں کا عقیدہ تھا کہ شکتک بھجن کے گانے سے گناہ نیکیوں میں بدل جاتے ہیں۔ہندوستان کے بعض فرقوں کی عورتیں مردکو اور مرد عورتوں کو ننگا کر کے اِن کی پوجا کرتے تھے۔

(بحوالہ: رسول ﷺ وحدت)

ہندوستان کے قدیم باشندوں کے ساتھ قانوناً اور مذہباً جو سلوک روا رکھا گیا، اس کی مثال نہیں مل سکتی۔برہنوں نے کروڑوں انسانوں کے متعلق یہ فیصلہ دے دیا تھا کہ ان پر وید کا پڑھنا حرام تھا، اگر وہ وید کی آواز کو سُن لیتے تو نہایت بے دردی سے سیسہ پگلا کر ان کے کانوں میں ڈال دیا جاتا۔یہ انسانیت کی ذلت اور مظلومی کی انتہا تھی۔

(بحوالہ: رسول وحدت ﷺ)

☆ یورپ

جسٹس محمد سلیمان سلمان منصورپوریؒ اپنی تالیف ''سیرۃ رحمۃ للعالمین ﷺ'' میں حوالہ دیتے ہوئے **Thilly** کی کتاب **History of Philosophy** سے تحریر فرماتے ہیں:

''یورپین قومیں جو شمال و مغرب کے اندر دور تک آباد تھیں، جہالت و ناخواندگی کے سایہ میں رہ رہی تھیں اور خونریز جنگوں میں مشغول، وہ تمدن انسانی کے کارواں سے بہت پیچھے اور علوم و فنون کی دُنیا سے بہت دور تھیں۔ نہ بیرونی دُنیا کو ان سے کوئی سروکار تھا، نہ ان کو بیرونی دُنیا سے کوئی مطلب۔ ان کے جسم گندے اور دماغ اوہام و خرافات سے بھرے ہوئے تھے، وہ نظافت کی طرف توجہ اور پانی کا استعمال کم سے کم کرتے تھے، ان کے پادری اور راہب جسم کو اذیّت پہنچانے اور انسانوں سے فرار میں نہایت درجہ متشدد اور انتہا پسند تھے۔ ان کے یہاں ابھی تک یہی بات طے نہیں تھی کہ عورت انسان ہے یا حیوان؟''

(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

Robert Briffault اپنی کتاب **The Making of Humanity** کے صفحہ نمبر **1164** پر لکھتا ہے:

''پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی اور یہ تاریکی تدریجاً زیادہ گہری اور بھیانک ہوتی جارہی تھی، اس دور کی وحشت و بربریت، زمانہ قدیم کی وحشت و بربریت سے کئی درجہ زیادہ بڑھی چڑھی تھی، کیونکہ اس کی مثال ایک بڑے تمدن کی لاش کی تھی جو سڑ گئی ہو، اس تمدن کے نشانات مٹ رہے تھے اور اس پر زوال کی مہر لگ چکی تھی، وہ ممالک جہاں یہ تمدن برگ و بار لایا اور گذشتہ زمانہ میں اپنی انتہائی ترقی کو پہنچ

گیا تھا، جیسے اٹلی، فرانس، وہاں تباہی، طوائف الملوکی اور ویرانی کا دور دورہ تھا"۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

☆ مصر

مصری تمدن کی عکاسی موجودہ زمانہ میں آثار قدیمہ سے برآمد ہونے والی اشیاء ظاہر کرتی ہیں۔ جب مصر کی سیاسی قوت میں ضعف اور کمزوری آئی تو رومیوں، ایرانیوں نے پے در پے حملے کئے اور ملک مصر پر قابض ہوگئے۔ فاتحین رعایا کو چوپایوں سے زیادہ ذلیل سمجھتے تھے، جو عیوب حکمران طبقے میں موجود تھے، وہ سب محکوم طبقے میں بھی سرایت کر گئے تھے۔ انسانیت پارہ پارہ ہوچکی تھی، مصر کا ایک بڑا طبقہ عیسائیت قبول کر چکا تھا لیکن وہ عیسائیت کی اصل روح سے بالکل نا آشنا تھے، ایک طبقہ بتوں کے سامنے سجدہ ریز تھا۔

(بحوالہ: مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ)

☆ چین

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل چین کی سیاسی اور مذہبی حالت انتہائی خراب تھی۔ ہنز **(Huns)** خانوادے کی حکومت ختم ہوچکی تھی اور اس کی جگہ وائی **(Wai)** اور شو **(Shu)** کی حکومتیں قائم ہوگئیں، لیکن ساتھ ہی خانہ جنگیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا، اس پر تاتاریوں اور ہیونگ نو اور تبت والوں کے حملے بھی تھے۔ ایک امن سوز لمبے جھگڑوں کے سلسلہ کے بعد خانوادہ سوئی نے **589**ء سے **916** سالوں کے عرصہ کے لئے ملک میں امن کی بنیاد رکھی، مگر ہجرت نبوی ﷺ سے دو سال قبل ہی اس حکومت کا خاتمہ ہوگیا، پھر تھانگ خانوادا کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی اور ملک کی حالت بہتر ہوئی۔ سیاسی ابتری کے ساتھ ملک

کے قومی مذہب کنفیوشن ازم کی بھی اصلی صورت بگڑ چکی تھی، یہ مذہب کئی ایک بے معنی اور مردہ رسوم ورواج کا شکار ہو گیا، اس کے علاوہ کنفیوشن ازم میں تو ہم پرستی نے ایک اہم مقام حاصل کر لیا۔ فالگیری اور دوسرے کئی وہمی طریقے آئندہ حادثات اور کسی مجوزہ طرز عمل کے بارے میں دیوتاؤں اور بزرگوں سے الہام اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے مذہب کی لازمی قدر قرار دے دیئے گئے، بزرگوں اور فطری ارواح کی پرستش مذہب کا جزولاینفک بن گئی۔ (بحوالہ: مذاہبِ عالم کا تقابلی جائزہ)

☆ ترکستان

ساتویں صدی عیسوی تک ترکستان کی حالت پر تاریکی کے بادل چھائے رہے، پھر ہنز (Huns) تبت پر قابض ہو گئے، ان میں بھی نہ کوئی تمدن تھا، نہ کوئی ضابطہ حیات۔ ان کا مطمحِ نظر صرف لوٹ کھسوٹ اور خود غرضی تھی۔

(بحوالہ: مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ)

☆ حبشہ

حبشہ ایک وسیع علاقہ تھا۔ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے سال جب یہ شمالی عرب کی طرف بڑھے تو تباہ وبرباد ہو گئے۔ عہد نبوی ﷺ میں ان حکومت خانہ جنگیوں کی وجہ سے بالکل مفلوج ہو کر رہ گئی، اس ملک کا شاہی مذہب عیسائیت تھا، جو ہر قسم کے مشرکانہ عقائد کا مرقع بن چکا تھا اور عیسائیت کی اصل روح ان مشرکانہ عقائد میں دب کر فنا ہو چکی تھی۔

(بحوالہ: مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ)

☆ جزیرۃ العرب

جزیرۃ العرب میں کوئی باضابطہ حکومت نہ تھی ۔ یہاں کے لوگ مختلف قبائل میں منقسم تھے، کوئی بھی ان پر حکومت کرنے کو تیار نہ تھا، کیونکہ یہاں کا زیادہ تر حصہ ریگستان اور صحرا پر مشتمل تھا ۔کوئی پیداوار نہ تھی، اکثر لوگ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے، با قاعدہ آبادیاں نہ تھیں، اس لئے کوئی با قاعدہ حکومت قائم نہ ہوسکتی تھی ۔ دوسری سلطنتوں کو اس میں کوئی کشش نہ تھی، اس لئے کسی فاتح نے اس کو فتح کرنے کی کوشش ہی نہیں کی ۔اگر کسی نے حملہ کیا بھی تو ان کو شکست دیتے ہوئے آگے نکل گیا ۔ یہاں پر اپنی حکومت قائم نہیں کی، اسی لئے جزیرۃ العرب کے لوگ فطرتاً آزاد تھے اور کسی کے زیر اثر رہنا پسند نہ کرتے تھے ۔ یہاں قبائلی نظام رائج تھا، ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا، جو شیخ کہلاتا تھا ۔قبیلے کے لوگ سردار کا چناؤ کرنے کے لئے زیادہ عمر، شجاعت اور سخاوت کی صفات کو مدنظر رکھتے تھے ۔لوگ اپنے سردار کی اطاعت کرتے تھے ۔قبائلی تعصب بہت زیادہ تھا ۔ ان قبائل میں ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا ہو جاتا تھا اور جنگ کی صورت اختیار کرلیتا تھا ۔اگر دو قبیلوں میں لڑائی شروع ہو جاتی تو وہ کئی نسلوں تک جاری رہتی ۔ایک اونٹنی کی وجہ سے قبیلہ بنو بکر اور بنو تغلب کے درمیان چالیس سال تک لڑائی ہوتی رہی ۔

(بحوالہ: آفاقی تہذیب وتمدن)

قبائلی برتری کے تصور نے انہیں اس قدر بگاڑ دیا تھا کہ معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے الجھ پڑنا ان کا شعار بن چکا تھا ۔اسی طرح ایک دفعہ گھوڑے دوڑانے پر بنی عبس اور بنو ذبیان کے درمیان جھگڑا ہوا اور دونوں قبیلے کئی برسوں تک آپس میں لڑتے رہے ۔

مولانا الطاف حسین حالی لکھتے ہیں:

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں گھوڑا پہلے بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آ جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

جزیرۃ العرب کا بیشتر حصہ ریگستان پر مشتمل تھا، اس لئے یہاں کے لوگوں کی معاشی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ شہروں میں رہنے والوں کو حضری کہا جاتا تھا اور دیہات میں رہنے والوں کو بدوی کہا جاتا ہے۔ شہر کے لوگوں کے معاش کا ذریعہ تجارت تھا اور دیہات میں رہنے والے لوگوں کا ذریعہ معاش زراعت اور حیوانات کی پرورش کرنا تھا۔ تجارت میں کھانے کا مصالحہ، خوشبو دار اشیاء، سونا، جواہرات، چمڑا، کھال، زرین پوش، گھوڑے، اونٹ اور بھیڑ اور بکری شامل تھیں۔ زراعت کا پیشہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ عرب میں وہ مقامات جو سرسبز و شاداب تھے مثلاً یمن کا صوبہ، یمامہ، جند، یثرب، خیبر، یہاں کاشت ہوتی تھی اور کھجور یہاں کا مشہور پھل تھا۔ قدیم عرب معاشرہ کئی معاشرتی اور اخلاقی برائیوں میں مبتلا تھا، جن میں خاص خاص کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) ہر وقت جنگ وجدل کا بازار گرم رہتا تھا، معمولی بات پر لڑائی شروع ہو جاتی اور برسوں تک جاری رہتی۔

(2) بعض قبائل قتل و غارت میں بہت مشہور تھے، مثلاً قبیلہ طے اس وجہ سے مشہور تھا کہ یہ قبیلہ مسافروں اور قافلوں کو لوٹ لیتا تھا۔عورتوں بچوں اور مویشیوں کو پکڑ لیتے اور فروخت کر دیتے تھے۔

(3) چوری کا عام رواج تھا۔

(4) شراب کا عام رواج تھا اور جس شخص کے یہاں جتنی پرانی شراب ہوتی وہ اتنا ہی زیادہ معزز تصور کیا جاتا تھا۔

(5) جوا کا عام رواج تھا۔

(6) بدکاری کا عام رواج تھا۔

(7) امیر لوگ سود پر لین دین کرتے تھے۔

(8) بعض قبائل میں بیٹی کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے۔

(9) زمانہ جاہلیت میں یہ مرض عام تھا کہ جو شخص عشق نہ کرتا معاشرے میں گھٹیا مقام پاتا۔لوگ اپنے معاشقے کو فخر کے ساتھ بیان کرتے تھے۔

(10) عورت کی حیثیت ایک جانور کے برابر تصور کی جاتی تھی۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی بعثت سے قبل اہل عرب نہ خالق کے قائل تھے، نہ جزاوسزا کے۔بعض خالق کو تو مانتے تھے، مگر جزاوسزا اور قیامت کے منکر تھے۔بعض قبائل آتش پرست تھے۔اہل عرب کی اکثریت بت پرست تھی۔سب سے بڑا بت ''ہبل'' تھا جو کہ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔خانہ کعبہ بت پرستی کا مرکز بنا ہوا تھا اور اس میں 360 بت رکھے ہوئے تھے۔عرب میں مختلف مذاہب کے لوگ پائے جاتے تھے جن میں سے زیادہ مشہور یہودی، عیسائی، صابی، مجوسی اور حنفاء تھے۔

(بحوالہ: آفاقی تہذیب وتمدن)

عربوں کے احوال پر طائرانہ نظر ڈالنے سے بھی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ لوگ جہالت کی دلدل اور ضلالت کی خاردار جھاڑیوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ شرک کی بنیاد پر قائم ہونے والی اس تہذیب نے انسان کے اندر سے ذمہ داری اور جوابدہی کا احساس ختم کر دیا تھا، وہ نفس پرستی میں مبتلا تھے اور بحیثیت مجموعی معاشرہ توہم پرستی اور ظلم کا شکار تھا، نہ کسی کی جان محفوظ تھی، نہ عزت و آبرو، وہاں تہذیب تھی نہ شرافت۔ شیطان نے کبر وریا کے ایسے جال بچھا رکھے تھے کہ قلبی سکون اور امن وامان رخصت ہو چکے تھے اور عرب کیا پوری دُنیا ظلمت میں ڈوبی ہوئی تھی۔

الحمدللہ!

ایسے میں مکہ کی مقدس سرزمین سے ہدایت کا آفتاب پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی صورت میں طلوع ہوا اور اس نے ضلالت و جہالت کی رات کو ختم کر کے دُنیا کو نور اسلام سے منور فرمایا۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

باب نمبر 2

رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت سے قبل

مذاہب عالم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل واکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل مختلف مذاہب کے پیروکاروں نے اُن کی اصل روح کو بدل ڈالا تھا، مختلف مذاہب میں طرح طرح کی برائیاں سرایت کر چکی تھیں، جن کے بارے میں اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل وضاحت کی جاتی ہے:

یہودیت

(1) یہودی علماء نے اپنی منشاء کے مطابق احکام الٰہی کو بدل دیا اور اس میں ہر قسم کی برائیاں سرایت کر چکی تھیں۔

(2) جاہل اور اَن پڑھ لوگ سنے سنائے قصوں کو ہی مذہب کی روح سمجھتے تھے۔

(3) احکامِ خداوندی میں سے جو آسان اور ضرورت کے مطابق ہوتے ان پر عمل کر لیتے اور دوسرے احکام پس پشت ڈال دیتے۔

(4) ان کا یہ باطل وہم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں اور قیامت کو ان کے گناہوں کی وجہ سے مواخذہ نہ ہوگا۔

(5) یہود میں باہم آویزش اور مقاتلہ کا بازار گرم رہتا تھا، ناحق ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے، پھر کوئی قید ہو جاتا تو اس کو فدیہ دے کر چھڑا بھی لیتے تھے۔

(6) طمع اور حرص میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے ہر قسم کی برائی اور اخلاقی کمزوری میں مبتلا ہو چکے تھے۔ اگر وہ کسی عرب سے لین دین کرتے تو کبھی بھی دیانت داری نہ برتتے۔

(7) سودی کاروبار کرنے کی وجہ سے یہود سنگدل ہو گئے تھے اور کسی معصوم بچے کے زیور اُتارنے کے لئے اس کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔

(8) وہم پرست تھے اور تعویز گنڈے کو سچ سمجھتے تھے۔ لبید اعصم (یہودی) مدینہ کا مشہور جادوگر تھا اور اسی طرح بہت سے یہودی کنگھیوں اور بالوں میں منتر پڑھ کو پھونکتے تھے۔

(9) اہلِ یہود نے بھی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا لیا تھا۔

(10) یہودی مذہب چند بے جان رسموں اور روایات کا نام تھا، جن میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ تھی۔ اس کے علاوہ یہودیت کے پاس دُنیا کے لئے کوئی پیغام، اقوام عالم کے لئے کوئی دعوت اور انسانیت کے لئے مسیحائی کا کوئی سامان نہیں ہے۔ یہ مذہب اپنے عقیدہ توحید میں بھی (جو مختلف مذاہب اور قوموں میں اس کا امتیازی شعار رہا ہے، جس میں اس کی عزت و شرف اور زمانہ قدیم میں بنی اسرائیل کی دوسری قوموں پر فضیلت کا راز پنہاں ہے اور جس کی وصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کی تھی) ثابت قدم نہ رہ سکا۔

(11) بائبل کی تالمود (یہودیوں کی مقدس کتاب) چھٹی صدی عیسوی میں اسے اہل یہود

میں بہت مقبولیت حاصل تھی ۔ بدزبانی ، اللہ تعالیٰ کے حضور جسارت و گستاخی ، حقائق اور دین و عقل کے ساتھ تمسخر کے ایسے عجیب وغریب نمونوں سے بھری ہوئی ہے ، جن کو دیکھ کر اس صدی میں یہودی معاشرہ کی پستی اور مذہبی ذوق کے بگاڑ کا پورا اندازہ ہوتا ہے ۔

(بحوالہ: مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

عیسائیت

عیسائیت میں غلط عقائد داخل ہو چکے تھے ۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو بھلا دیا تھا۔ غرضیکہ توحید اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا نور گھرے بادلوں کے اندر چھپ چکا تھا۔ ایک باطل عقیدہ "**تثلیث کا عقیدہ**" تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ، روح القدس اور حضرت مریم علیہا السلام کو خدا مانتے تھے ۔ قرآن مجید میں الگ الگ آیات میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ، روح القدس اور حضرت مریم علیہا السلام کی الوہیت کی تردید کی ہے، اور قرآن حکیم نے عقیدہ تثلیث کو رد کیا ہے ۔ ارشادِ الٰہی ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ

(المائدہ : ۷۳)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے، حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک معبود کے ۔

اس کے متعلق ایک عیسائی مؤرخ رومن کیتھولک انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے!

''یہ عقیدہ کہ خدائے واحد تین کا مرکب ہے ، عیسائی دُنیا کی پوری زندگی اور افکار میں چوتھی صدی کے آخر میں سرایت کر چکا تھا اور طویل عرصہ تک سرکاری اور تسلیم شدہ عقیدہ کی حیثیت سے جس کو پوری مسیحی دُنیا مانتی تھی ، باقی رہا ، یہاں تک کہ انیسویں صدی عیسوی کے نصف میں اس عقیدہ کے تغیر اور اس شکل تک پہنچنے کا راز فاش ہوا''۔

(بحوالہ: مذاہب عالم تقابلی مطالعہ)

دوسرا باطل عقیدہ کفارہ کا تھا، اس عقیدے کی رو سے اللہ تعالیٰ کے عدل کو اس موروثی گناہ کے فدیے میں خون کی قربانی درکار تھی، یہ قیمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ادا کی جنہوں نے اپنا خون صلیب پر بہا کر اس موروثی گناہ کا فدیہ ادا کیا، اب جو بھی کفارہ پر ایمان لاتا ہے اس کے تمام گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھا لیتے ہیں، وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اس عقیدہ نے عیسائیوں میں ہر قسم کی برائی کو رواج دیا اور وہ بے باکی سے گناہوں کی وادی میں سرگرداں پھرنے لگے۔ (بحوالہ: مذاہب عالم تقابلی مطالعہ)

تیسرا باطل عقیدہ بھی ایک موروثی گناہ تھا۔ اس عقیدہ کے مطابق حضرت آدمؑ آزمایا گیا اور اس نے پہلا گناہ کیا۔ آدمؑ اپنے اس گناہ کے باعث خود ہی فضل ایزدی سے محروم ہوا بلکہ تمام نسل آدمؑ اور سب مرد اور عورتیں گناہ کے اس کلنک کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں، جو موروثی ہے۔ وہ گناہ میں پیدا ہونے کے باعث غضب الٰہی اور ابدی سزا کے مستحق ہیں۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ نے تمام نسل انسانی کو ملوث کر دیا ہے۔

(بحوالہ: مذاہب عالم تقابلی مطالعہ)

صابئیت

صابئین کا اصل مولد بابل تھا۔ متواتر سیاسی انقلابات کی وجہ سے ان میں یہودیت، مجوسیت اور عیسائیت کے اجزاء شامل ہو گئے تھے۔ ایک خدا پر اعتقاد رکھتے تھے۔ ستاروں اور بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ستاروں کی ارواح کو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان وسیلہ سمجھتے تھے۔ تین وقت ستاروں کی ارواح کو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان وسیلہ سمجھتے تھے۔ تین وقت ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ صبح سے طلوع آفتاب تک، دوپہر سے زوال کے وقت تک اور شام سے غروب آفتاب تک۔ ان کے مذہبی عقائد بنی اسرائیل کے بالکل

ضد تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آخر تک سب کو (نعوذ باللہ) کاذب سمجھتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل فرعون کو اچھا سمجھتے تھے اور اس کو اپنا پیشوا جانتے تھے اور اسی زمانہ کا مذہب صحیح خیال کرتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جو مصری فرعون کے ساتھ ڈوبنے سے بچ گئے تھے وہ قطب شمالی کی جنت میں آرام کر رہے ہیں۔

(بحوالہ: مذاہب عالم تقابلی مطالعہ)

مجوسیت

ایران کا قدیم مذہب ہے، جس کا بانی زرتشت تھا۔ مجوس یزدان اور اہرمن، دوخداؤں کے قائل تھے۔ یزدان خیر کا اور اہرمن شر کا خدا تصور کرتے تھے۔ اسی طرح یزدان کو نور اور اہرمن کو ظلمت سے بھی تعبیر کرتے تھے۔ اسلام نے اس باطل عقیدے کو رد کیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے:

قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

(النحل: ۵۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو خدا نہ بناؤ وہ تو ایک ہی خدا ہے۔

حنیفیت

قرآن مجید کی رو سے حنیف کے معنی "خدا پرست اور دین دار" کے ہیں، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

(سورۃ الانعام: ۷۹)

ترجمہ: میں اپنا منہ اُس کی طرف کرتا ہوں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا
اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والا۔

دوسری جگہ فرمایا:

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ط

(الحج: ۳۱)

ترجمہ: وہ اللہ کے پرستار ہیں اور مشرک نہیں۔

ان آیات میں حنیف کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس کے ساتھ شرک کی بھی نفی کی گئی ہے۔ دراصل حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی مذہب تھا، جس میں خالص توحید پائی جاتی تھی، اسی مذہب پر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آئے اور سب کی یہی دعوت ہوتی تھی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں ایک تحریک شرک سے بیزاری کی اٹھی تھی۔ وہ لوگ اپنے آپ کو حنیف کہتے تھے، اور صرف ایک خدا کے پرستار تھے، ان کو نہ نصرانیت سے تعلق تھا اور نہ یہودیت سے۔ ان میں مشہور زید بن عمرو بن نفیل اور امیہ بن ابی السلت تھے۔ تاریخ سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی اشخاص تھے مثلاً قیس بن ساعدہ، عثمان بن حویرث، قیس بن نشیہ۔ ورقہ بن نوفل آغوش حنفیت میں جانے کے بعد آغوش نصرانیت میں چلے گئے تھے۔ اس تحریک کا صرف یہ مقصد تھا کہ بت پرستی کی جگہ توحید کو فروغ دیا جائے، لیکن تحریک سے عرب کی مشرکانہ فضا میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا۔

(بحوالہ: رسول وحدت ﷺ)

باب نمبر 3

رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت سے قبل

عرب کا تاریک ترین دَور

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرودو سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل جزیرۃ العرب میں بت پرستی عام تھی، مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ خدا کے بچے بھی ہیں، وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، جنات کو خدا کے عزیز واقارب قرار دیتے تھے اور اُن کی پوجا کرتے تھے۔ عمر بن لحی الخزاعی کا دَور آیا، یہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین میں تغیر کیا، بتوں کو نصب کیا، جانوروں کی تعظیم کا رواج ڈالا اور حلال وحرام کے نئے قاعدے وضع کئے، جن کا احکامِ الٰہی سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو دین ابراہیمؑ سے بالکل جدا تھے۔ یہ شخص مکہ سے شام گیا اور جب یہ دیکھا کہ وہاں کے لوگ بتوں کو پوجتے ہیں تو یہ بات اس کو بہت پسند آئی اور اس نے کچھ بت وہاں سے حاصل کر کے مکہ میں نصب کئے اور لوگوں کو ان کی تعظیم اور پرستش کا حکم دیا۔ خانہ کعبہ میں 360 بت جمع تھے، ہبل نامی بت کعبہ کی چھت پر نصب کیا ہوا تھا۔ ہر قبیلے کا بت

الگ تھا۔ بعض لوگ ستاروں کو پوجتے تھے۔ عرب ظلمت کی اُس آخری منزل پر پہنچ چکا تھا جہاں اصلاح کی اُمید ختم ہو جاتی ہے۔ عربوں میں جنات کے متعلق عجیب و غریب قصے مشہور تھے، کاہنوں کا دعویٰ تھا کہ آئندہ زمانے کے واقعات بتلا سکتے ہیں اور اس غرض کے لئے کاہن کے ساتھ ایک جن موجود رہتا ہے۔ شعراء کی نسبت ان کا خیال تھا کہ ہر شاعر کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے۔ سانپ کو قتل نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ سانپ کو مارا جائے تو اس کا جوڑا بدلہ لیتا ہے۔

عربوں کا ذریعہ معاش تلوار تھی، وہ ذرا ذرا سی بات پر کٹ مرتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ حیرہ کی ماں نے عمرو بن کلثوم کی ماں کو ایک طبق اٹھا لانے کو کہا۔ بیٹے کو ماں کی اس توہین پر اس قدر طیش آ گیا کہ اس نے بھرے دربار میں بادشاہ کا سر تلوار سے اُڑا دیا۔ ایک شخص نے گھڑ دوڑ میں اپنے ساتھی کے گھوڑے کو بدکا دیا، اس پر فریقین کے قبائل میں پورے چالیس برس تک جنگ جاری رہی۔ ایک شخص نے لبوس قبیلہ کی اونٹنی کے تھن زخمی کر دیئے تھے، اس پر بکر اور تغلب دو قبائل میں کئی سالوں تک لڑائی رہی۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

اس صورتِ حال کی مولانا الطاف حسین حالؔی ان الفاظ میں عکاسی کرتے ہیں:

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
صدی جس میں آدھی اُنہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی
تھی اک برسو عرب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

عرب میں شراب کی کوئی حد نہ تھی، عربوں کا ہر گھر ایک مستقل شراب خانہ تھا۔ جب کسی گھر میں دوست احباب جمع ہوتے تو شراب کا دَور چلتا تھا، جوا کھیلا جاتا تھا، اونٹوں کی بازیاں لگا کر جوئے پر بیٹھ جاتے۔ اسی اثناء میں صاحب خانہ نشہ میں سرشار ہو کر اُٹھ کھڑا ہوتا اور اونٹوں کو کاٹ کاٹ کر گوشت کے ڈھیر لگا دیتا۔ پھر شرکائے مجلس کھانے کی طرف متوجہ ہوتے، گوشت بھونتے اور کھاتے، ساتھ ہی بدکار عورتیں راگنیاں چھیڑ دیتیں، اس طرح کہ مجلس میں ہر طرف بے شرمی اور بے حیائی کے طوفان کھڑے ہو جاتے۔ ظلم کی یہ انتہا تھی کہ عرب جنگجو، زندہ جانوروں کو درخت کے ساتھ باندھ کر تیراندازی کی مشق کیا کرتے تھے، لڑائی میں حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے، بچوں کو تیروں کا نشانہ بناتے، دشمن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر زمین پر ڈال دیتے کہ تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔ عورتیں مقتول دشمنوں کا خون پی جاتیں اور کلیجہ نکال کر چبا جاتیں، جنگی قیدیوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو قتل کر دیا جاتا تھا، بلکہ جلتی آگ میں ڈال کر راکھ کر دیتے۔ عورتیں مقتولوں کے اعضاء کاٹ کر ہار بناتی تھیں۔ دشمنوں کو قتل کر کے ان کی کھوپڑی میں شراب پی جاتی۔ دشمن کے اعضاء کو درختوں کے تنے سے باندھ کر درمیان سے چیر دیا جاتا۔ دشمن عورتوں کو گھوڑے کی دُم سے باندھ کر گھوڑے دوڑائے جاتے اور سنگ ریزوں پر روند کر جسم کے لوتھڑے اُڑا دیئے جاتے۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

بدکاری عام تھی، مرد و زن کعبہ کا ننگے طواف کرتے، کھلے میدان میں بے پردہ نہاتے۔ جلسوں میں بیٹھ کر اپنی بیوی کے واقعات کھلم کھلا بیان کرتے۔ سود کا رواج عام تھا۔ حلال و حرام کی کوئی تمیز نہ تھی، چھپکلی تک کھا جاتے، خون کو دہی کی طرح جما کر شکر کے ساتھ کھا جاتے۔ مردہ جانورں کو کھا جانا ایک عام بات تھی۔ بے دردی کا یہ عالم تھا کہ اگر گوشت کی ضرورت ہوتی تو وہ بار ہا زندہ جانوروں کے اعضاء کاٹ لیتے تھے۔

چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں حالات کا بگاڑ اتنا بڑھ گیا تھا اور انسانیت کی پستی اس حد کو پہنچ چکی تھی کہ اب کسی مصلح اور معلم اخلاق کے بس کی بات نہ تھی۔ مسئلہ کسی ایک عقیدہ کی تصحیح کا، کسی مخصوص عادت کو بدلنے کا یا کسی طریقہ عبادت کی ترویج کا یا کسی معاشرہ کی سماجی اصلاح کا نہ تھا بلکہ مسئلہ یہ تھا کہ جاہلیت کے مشرکانہ و بت پرستانہ اور انسانیت کے اس مہلک اور تباہ کن ملبہ کو کس طرح ہٹایا اور صاف کیا جائے، جو صدیوں اور نسلوں سے چلا آ رہا تھا۔ یہ مسئلہ فساد کی جڑ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے اور بت پرستی کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکنے کا تھا کہ اس کا کوئی اثر اور نشان باقی نہ رہ جائے اور عقیدہ توحید، نفس انسانی کی گہرائیوں میں عملاً اس طرح پیوست اور راسخ کر دیا جائے۔ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور عبادت کا رجحان، انسانیت کی خدمت اور حق پرستی کا جذبہ اور ہر غلط خواہش اور شوق کو لگام دینے کا ملکہ اور صلاحیت وقوت پیدا کی جائے، غرضیکہ انسانیت کو دنیا و آخرت کے عذاب سے بچایا جائے اور اس کو اس شاہراہ پر ڈالا جائے، جس کا پہلا سرا وہ حیات طیبہ ہے جو اہل ایمان اور عارفین کو اس دُنیا ہی میں نصیب ہوتی ہے اور دوسرا اور انتہائی سرا وہ ہمیشہ رہنے والی جنت ہے، جس کا تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت کے احسان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے، اس سے بڑھ کر اس صورتِ حال کی عکاسی اور ترجمانی نہیں ہو سکتی ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

(آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے
تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے
اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔

الحمدللہ! ایسے نازک دور میں اللہ جل جلالہٗ نے اپنے آخری پیغمبر، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس نازک اور عظیم الشان ذمہ داری کو بطریق احسن ادا کیا۔ آپ ﷺ کی محنت سے ایسے افراد پیدا ہوئے جن میں سے ہر ایک ساری انسانیت کے لئے ہدایت کا ستارہ بن گیا۔ ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو ساری دُنیا کے لئے امن و آشتی کا گہوارہ بن گیا۔ یہ عمومی اور ہمہ گیر انقلاب اور انسانیت کی حیاتِ نو کا عظیم الشان کام نئی رسالت کا طالب تھا، جو تمام رسالتوں اور نبوتوں سے بڑھ کر ہو، ایسے نبی کا خواستگار تھا، جو ہدایت اور دینِ حق کا پرچم آفاقِ عالم میں ہمیشہ کے لئے بلند کر دے۔

باب نمبر 4

رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت

(جزیرۃ العرب کا انتخاب اور عربوں کی صفات)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آخری رسول، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کو جزیرہ العرب میں کیوں بھیجا گیا؟ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ پہلی وجہ

اللہ تعالیٰ کے ارادہ ازلی میں تھا کہ بنی نوع انسان کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات نازل فرمائے، جو ہر زمانہ میں انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے سرچشمہ ہو، اس کے لئے یہ لازمی امر تھا کہ اس قسم کی کتاب نہایت ہی اعلیٰ و ارفع مضامین کی حامل ہونا چاہئے، اس قسم کے مضامین کو ادا کرنے کے لئے وہی زبان متحمل ہو سکتی ہے، جو اپنے اندر وسعت رکھتی ہو، پھر زیادہ مضامین مختصر سے مختصر الفاظ میں بیان کئے جا سکتے ہوں۔ اگر تمام زبانوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عربی زبان ہی وہ زبان ہے جو اپنے اندر اتنی وسعت رکھتی

ہے کہ ہر مضمون بخوبی ادا کیا جا سکتا ہے، پھر زیادہ سے زیادہ مضامین چند ایک الفاظ میں بیان کئے جا سکتے ہیں۔

بعض محققین کا یہ بھی نظریہ ہے کہ عربی زبان "**اُمّ السنه**" ہے، اگر یہ تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے اور اسی سے تمام زبانیں منسلک ہیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ آخری شریعت عربی زبان میں ہی نازل کی جانی چاہئے تھی۔ آخری شریعت کو عربی زبان میں نازل کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول، حضرت محمد ﷺ کو جزیرۃ العرب میں مبعوث فرمایا۔ یہ اُس کی مشیت وحکمت کا فیصلہ تھا کہ انسانیت کی ہدایت ونجات کا یہ آفتاب، جس سے ساری کائنات میں روشنی پھیلی، جزیرۃ العرب کے اُفق سے طلوع ہو، جو دُنیا کا سب سے تاریک خطہ تھا اور جس کو اس تیز روشنی کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔

(بحوالہ: مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

☆ دوسری وجہ

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو عرب میں مبعوث کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے سب سے موزوں مرکزِ دعوت ہے، جہاں سے دعوت وتبلیغ ساری دُنیا میں پہنچائی جا سکتی ہے اور قوموں کو خطاب کیا جا سکتا ہے۔ یہ علاقہ تجارتی کاروانوں کی گزرگاہ بھی تھا، جس کے ذریعہ مختلف ممالک کے لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ یہ کئی براعظموں کو جوڑتا تھا اور ایک جگہ کی مخصوص اشیاء اور پیداوار دوسری جگہ، جہاں اس کی ضرورت تھی منتقل کرتا تھا۔ عرب کے ایک طرف ایشیاء دوسری طرف افریقہ، تیسری طرف یورپ کا راستہ اس سے قریب ہے۔ اس لئے یہ

ضروری تھا کہ تمام دُنیا کی ہدایت کے لئے عرب ہی وہ مرکز بنایا جاتا کہ ندائے حق تمام دُنیا میں پہنچ سکے۔ (بحوالہ: مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

☆ تیسری وجہ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پہلا گھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے مکہ معظمہ میں تعمیر کیا، جس کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ

(آل عمران: ۹۶)

ترجمہ: پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے مقرر کیا گیا، وہی ہے جو مکہ میں ہے بابرکت اور جہان کے لئے موجب ہدایت ہے۔

بیت اللہ کا نام ''بیتِ عتیق'' بھی ہے۔ بعد ازاں بیت اللہ کی تعمیر نو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے فرمائی، تاکہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور یہ جگہ ہمیشہ کے لئے توحید کی دعوت کا مرکز بنے۔ بیت اللہ کو ''نافِ زمین'' بھی کہا جاتا ہے یعنی روئے زمین پر دُنیا کے وسط میں واقع ہے اور یہ ہدایت کا مرکز ہے۔ دُنیا میں جس گھر کو سب سے پہلے اللہ کی عبادت گاہ کا شرف حاصل ہوا، وہ جس سے اللہ کی توحید کا چشمہ پھوٹا اور پیاسی دُنیا کو سیراب کیا، وہ بیت اللہ ہے، اس وجہ سے یہ ضروری تھا کہ جب حکمتِ ایزدی سے اس دُنیا میں آخری نبی آتا تو اسی جگہ پیدا ہوتا، جس جگہ وہ معبد ہے، تاکہ اس معبد کو تمام دُنیا کے لئے قبلہ اور توحید کا آخری مرکز مقرر کرے۔

☆ چوتھی وجہ

عرب کبھی بھی کسی غیر حکومت کے ماتحت نہیں رہا اور اہل عرب کبھی کسی کی غلامی میں

نہیں رہے۔اس آزادی سے ان کے دل و دماغ کی مخفی استعدادیں، آزادی کی روح اور فاتحانہ طاقت بدستور برقرار تھیں، تاکہ یہ مخفی استعدادیں اسلامی حکومت کے قیام و بقاء میں کارآمد ہوں۔

☆ پانچویں وجہ

عرب قوم بے شمار صفات کی مالک تھی، وہ اپنی اصل فطرت پر تھے۔مضبوط اور آہنی ارادہ کے مالک تھے، اگر حق بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ اس کے خلاف شمشیر تک اُٹھانے میں کوئی تکلف نہ کرتے اور اگر حق کھل کر سامنے آجاتا تو وہ اس سے دل وجان سے زیادہ محبت کرتے، اس کو گلے سے لگاتے اور اس کے لئے جان تک دینے میں دریغ نہ کرتے کیونکہ عرب بڑے حقیقت پسند، سنجیدہ، سلیم الطبع، صاف گو، اور سخت جان تھے، وہ نہ تو دوسرں کو فریب دیتے تھے، نہ اپنے آپ کو فریب میں رکھنا پسند کرتے تھے۔سچی اور پکی بات کے عادی، بات کی لاج رکھنے والے اور پختہ ارادہ کے مالک تھے۔

سیرت ابن ہشامؒ میں لکھا ہے، ابن اسحاقؒ روایت کرتے ہیں:

جب اوس وخزرج، عقبہ میں حضور اقدس ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے جمع ہوئے تو عباس بن عبادہ الخزرجی نے (اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے) کہا! اے اہل خزرج! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم حضرت محمد ﷺ سے کس چیز کی بیعت کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! کہنے لگے کہ تم ان سے احمر واسود ہر قسم کے لوگوں سے جنگ پر بیعت کر رہے ہو، اگر تم ایسا خیال کرتے ہو کہ تمہارے مال لوٹ لئے جائیں اور تباہ و برباد کردیئے جائیں، تمہارے اشراف اور سرداران قبیلہ قتل کردیئے جائیں تو تم ان کو دشمنوں کے حوالے کر کے علیحدہ ہو جاؤ گے؟ اگر ایسا ہے تو ابھی اس بات کو ختم کردو، اس لئے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو واللہ دُنیا و آخرت دونوں

جگہ کی رُسوائی ہے اور اگر تمہارا فیصلہ یہ ہے کہ جس چیز کے لئے تم نے ان کو دعوت دی ہے اس کو پورا کرو گے، خواہ تمہارا سارا مال واسباب ختم ہو جائے اور تمہارے سردار اشراف قتل کردیے جائیں، تو اپنا ہاتھ اِن کے ہاتھ میں دو، خدا کی قسم! اس میں دُنیا وآخرت دونوں جگہ کی کامیابی وبھلائی ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا ہم مال ودولت کی تباہی اور سرداروں کے قتل، ہر چیز پر آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں، لیکن یا رسول اللہ! اِس کا صلہ ہم کو کیا ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جنت"۔ کہنے لگے ہاتھ بڑھایئے۔ آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک آگے کیا اور ان سب نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔

(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

حضرت سعد بن معاذؓ نے اپنے مشہور جملے میں ان سب کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا! خدا کی قسم! اگر آپ ﷺ چلتے چلتے **برک الغماد** تک پہنچ جائیں گے، تب بھی ہم آپ ﷺ کے ساتھ چلتے رہیں گے، اور اگر آپ ﷺ اس سمندر کو عبور کرنا چاہیں گے تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ سمندر میں کود جائیں گے۔

(بخاری ومسلم)

برک الغماد کے متعلق مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ یمن کا کوئی دور دراز مقام ہے، دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد حبشہ ہے، یعنی مقصد یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ بعید ترین مقام تک بھی ہم کو لے جائیں گے تو ہم آپ ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ عزم وارادہ کی یہ پختگی اور سچائی، عمل کی سنجیدگی اور حق کے سامنے سرِ تسلیم سے بھی عیاں ہے، جو اسلامی افواج کے مشہور قائد اور سپہ سالار عقبہ بن نافعؓ سے منسوب ہے، جب ان کی فتوحات اور پیش قدمیوں کی راہ میں بحرِ اوقیانوس (اٹلانٹک) حائل ہوا تو اس موقع پر انہوں نے فرمایا!

"خدایا یہ بحرِ زخار حائل ہے ورنہ جی چاہتا ہے کہ برابر آگے بڑھتا جاؤں اور

بحر و بر میں تیرے نام کی مُنادی کر دوں"۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

☆ چھٹی وجہ

عرب، تہذیب وتمدّن اور تعیّش وآرام کی پیدا کی ہوئی ان تمام بیماریوں اور خرابیوں سے محفوظ تھے، جن کا علاج بڑا دشوار ہوتا ہے اور جو کسی ایمان وعقیدہ کے لئے گرم جوشی اور جانفشانی میں ہمیشہ حائل ہوتی ہیں اور اکثر آدمی کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیتی ہیں۔ ان کے اندر صداقت بھی تھی، دیانت بھی اور شجاعت بھی۔ منافقت اور سازش ان کے مزاج سے مناسبت نہ رکھتی تھی، بے جگری سے لڑنے والے، گھوڑوں کی پیٹھ پر زیادہ وقت گزارنے والے، سخت قوتِ مدافعت اور قوت برداشت کے مالک، سادہ زندگی کے عادی، شہسواری اور فنونِ جنگ کے عاشق جو ایک ایسی قوم کے لئے ضروری شرط ہے جس کو دُنیا میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دینا ہو، خصوصاً اُس میں جب معرکہ آرائیوں اور مہم جوئیوں کا سلسلہ ہو۔

☆ ساتویں وجہ

ان کی فکری وعملی قوتیں اور فطری صلاحیتیں محفوظ تھیں اور خیالی فلسفوں یا بے فائدہ منطقی بحثوں میں ضائع نہیں ہوئی تھیں۔ یہ ایک نوخیز اور اس لحاظ سے محفوظ قوم تھی اور زندگی و حرارت، جوش ونشاط اور عزم وآہنی ارادہ سے بھرپور تھی۔ عربوں میں آزادی ومساوات، فطرت سے محبت اور سادگی وسادہ دلی پہلے سے موجود تھی۔ انہیں کبھی کسی غیر ملکی اقتدار کے سامنے جھکنا نہیں پڑا۔ یہ قوم غلامی اور ایک انسان کے دوسرے انسان پر حکم چلانے کے معنی سے نا آشنا تھی۔ ان کو ایرانی ورومی شہنشاہوں کے تکبر، انسان اور انسانیت کو نگاہِ حقارت سے دیکھنے کا کبھی تجربہ نہ ہوا تھا۔ (بحوالہ: مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

☆ آٹھویں وجہ

عربوں میں حریت پسندی، آزادی وخودشناسی اوراپنی عزت وناموس کی حفاظت و پاسبانی اس درجہ تھی کہ وہ اپنے ملوک وامراء کے بعض مطالبوں اورفرمائشوں کو پورا کرنے سے بھی بعض اوقات عذر کردیتے تھے۔مشہور واقعہ ہے:

''ایک دفعہ جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سفیر بن کر رستم کے دربار میں گئے ۔رستم اپنی پوری شان وشوکت اورلوازمِ امارات کے ساتھ اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔مغیرہ بن شعبہ عربوں کی عادت کے موافق اسی کے ساتھ اس کے تخت پر گاؤ تکیہ کے پاس بیٹھ گئے ۔ رستم کے درباری فوراً اُن پر ٹوٹ پڑے اوران کو نیچے اُتار لائے ۔اس پر انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ خبریں ملی تھیں کہ تم لوگ بہت عقل مند ہو،لیکن مجھے تم سے زیادہ بیوقوف کوئی نظر نہیں آتا۔ہم عرب تو سب سے برابری کا معاملہ کرتے ہیں ،ہم میں سے کوئی کسی کو غلام نہیں بناتا سوائے حالاتِ جنگ کے۔میرا گمان تھا کہ تم بھی اپنی قوم سے اسی طرح مساوات وبرابری کا معاملہ کرتے ہوگے۔اس سے بہتر یہ تھا کہ تم مجھے پہلے ہی مطلع کردیتے کہ تم نے آپس میں ایک دوسرے کو خدا بنا رکھا ہے اور یہ معاملہ تمہارے ساتھ طے نہ ہو سکے گا۔اس صورت میں ہم تم سے یہ برتاؤ کرتے اورنہ تمہارے پاس آتے،لیکن تم نے ہمیں خود دعوت دی ہے''۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

☆ نویں وجہ

اللہ تعالیٰ نے عربوں کو آخری شریعت کا اولین مخاطب اس لئے بنایا کہ وہ دوسرے مذاہب کی غلامی میں نہیں آئے ، گو اس وقت عرب میں بڑے بڑے مذہب تھے،بعض مذاہب کے پیچھے شاہی قوت بھی تھی ،لیکن پھر بھی سوائے چند قبائل کے دوسرے تمام اہل عرب بدستور

اپنی اصل حالت پر تھے، ان میں دوسرے مذاہب کی سی تنگدلی اور تعصب نہ پیدا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے زیادہ ماننے والے یہی تھے، جو کسی مذہب میں شامل نہ تھے۔ اس کے برعکس یہودیت، عیسائیت وغیرہ سے بہت کم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

☆ دسویں وجہ

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے جزیرۃ العرب کو رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی بعثت، وحی آسمانی کے نزول اور دُنیا میں اسلام کی اشاعت کے عالمگیر مرکز اور نقطہ آغاز کے طور پر منتخب فرمایا، وہ نبوت کی ایک ایسی عالمی دعوت کا بجا طور پر مرکز بن سکتا تھا، جو بین الاقوامی خطوط پر قائم ہو، انسانیت کو بلند سطح پر خطاب کر سکے، ہر قسم کے سیاسی دباؤ اور غیر ملکی اثرات سے آزاد ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

(الانعام : ۱۲۴)

ترجمہ: "اور اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اس کا پیغام کہاں اور کس کے حوالہ کیا جائے"۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ اور مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

الحمدللہ! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے جزیرۃ العرب (مکہ معظّمہ) کی مقدس سر زمین سے ہدایت کا آفتاب، پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی صورت میں طلوع ہوا، جس سے پورا عالم نورِ اسلام سے منور ہوا، اور سارا عالم امن وسلامتی کا گہوارہ بنا۔

باب نمبر 5

رحمۃ للعالمین ﷺ کا عہد طفولیت اور امن عالم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت باسعادت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کے بعد ارض و سماء کے روحانی تعلق اور وحی کو منقطع ہوئے تقریباً چھ صدیاں گزر چکی تھیں۔ انسانیت گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گر چکی تھی۔ تاریکیوں نے بنی آدم کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور روشنی کی کوئی کرن دُور دُور تک نظر نہیں آتی تھی۔ امن و سلامتی نام کی کوئی چیز نہ تھی، ہر طرف اندھیر نگری تھی۔ خالق کائنات، مالک ارض و سماء کو اپنی اس مخلوقِ انسانی کے حال پر ترس آیا، رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور اُس نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کے لئے اولادِ ابراہیم اور نسلِ اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام سے رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ کو پیدا فرمایا۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ میری والدہ نے خواب دیکھا جبکہ میں (ﷺ) شکم مادر میں تھا، اِن کے بدن سے ایک نور نکلا، جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔

(بحوالہ: طبقات ابن سعد: جلد اوّل)

مشکوۃ شریف میں شرح السنۃ کے حوالہ سے حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے:

میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوں جبکہ آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر تیار ہوا تھا اور میں تمہیں اپنے ابتدائے امر کی خبر بھی دوں گا، میں ابراہیم علیہ السلام کی دُعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو اُس نے مجھے جنم دیتے وقت دیکھا اور اُس کے لئے ایک نور نکلا جس سے اُس کے سامنے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے اُن کے سامنے شام کے محل روشن ہو گئے۔

(بحوالہ: سیرۃ النبی ﷺ: علامہ شبلی نعمانیؒ)

☆ حضرت کعب احبارؓ سے منقول ہے کہ سابقہ کتب میں سرورِ کونین، رحمۃ للعالمین ﷺ کی شان میں جہاں اور بہت سی باتیں تحریر ہیں، وہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول کی ولادت مکہ میں ہوگی، ہجرت مدینہ میں ہوگی اور حکومت وسلطنت شام میں ہوگی۔ یہ امر واقع ہے کہ شام آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں فتح ہوا اور دین اسلام کا پرچم وہاں لہرایا گیا۔ یہ بات بھی خصوصیت کی حامل ہے کہ علاقہ شام میں سب سے پہلے بصرہ فتح ہوا۔

☆ ملک شام کے محلات دکھانے میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ یہ ملک انوارات وتجلیات کا مرکز اور منبع ہے، یہی وجہ ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کو آسمانوں کی سیر سے قبل مکہ سے شام لایا گیا۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت شام ہی کی طرف کی۔

☆ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول بھی ملک شام میں ہوگا۔ (بحوالہ: سیرۃ النبی ﷺ از علامہ شبلی نعمانیؒ)

ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ نبی رحمت، حضور اقدس ﷺ پیر کے دن **12** / ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے، جس سال اصحابِ فیل نے مکہ پر لشکرکشی کی تھی۔ جبکہ بعض اربابِ سیر نے تاریخ ولادت **9**/ ربیع الاوّل بھی لکھی ہے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ولادت کے یوم سعید کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"چمنستانِ دہر میں بارہا رُوح پرور بہاریں آچکی ہیں، چرخ نادرہ کار نے کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہوگئیں، لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیرِ کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کردیئے، سیارگانِ فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے، چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کے لئے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا، کارکنانِ قضاء وقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ وخورشید کی فروغ انگیزیاں، ابروباد کی تردستیاں، عالمِ قُدس کے انفاسِ پاک، توحیدابراہیمؑ، جمال یوسفؑ، معجز طرازئ موسیٰ، جان نوازئ مسیح، سب اسی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں قدر، شاہِ کونین (ﷺ) کے دربار میں کام آئیں گے"۔ (بحوالہ: سیرۃ النبی ﷺ از علامہ شبلی نعمانیؒ)

اربابِ سیر لکھتے ہیں:

آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، آتش کدہ فارس بجھ گیا، دریائے سادہ خشک ہوگیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں، بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم اوراوجِ چین کے قصر ہائے فلک بوس گر گئے۔ آتشِ فارس نہیں بلکہ جحیمِ شر، آتش کدہ کفر، آذر کدہ گمراہی سرد ہوکر رہ گئے۔

صنم خانوں میں خاک اُڑنے لگی۔ بُت کدے خاک میں مل گئے، شیرازہ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔ توحید کا غلغلہ اُٹھا۔ چمنستانِ سعادت میں بہار آ گئی۔ آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاقِ انسانی کا آئینہ پَرتوِ قدس سے چمک اُٹھا۔ (یعنی) یتیمِ عبداللہ، جگر گوشہ آمنہ، شاہِ حرم، حکمرانِ عرب، فرمانروائے عالمِ قدس عالمِ کائنات میں تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوئے۔

(بحوالہ: سیرۃ النبی ﷺ از علامہ شبلی نعمانیؒ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ولادت کے بعد آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو پیغامِ مسرت بھیجا، وہ خوشی خوشی گھر تشریف لائے، اپنے لختِ جگر کی نشانی کو گود میں لیا اور خانہ کعبہ میں لے گئے، وہاں دُعا مانگی اور واپس لائے اور دادا ہی نے اپنے اِس دُرِ یتیم کا نام "محمد" (ﷺ) رکھا، جبکہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کا نام "احمد" رکھا تھا۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (۱) میں محمد (ﷺ) ہوں (۲) احمد (ﷺ) ہوں (۳) میں ماحی (ﷺ) یعنی کفر کو مٹانے والا ہوں (۴) میں حاشر (ﷺ) ہوں، یعنی لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا۔

(بخاری و مسلم)

رحمۃ للعالمین ﷺ کے پاک ارشاد کا مفہوم ہے کہ زمین پر میرا نام محمد (ﷺ) اور آسمان پر احمد (ﷺ) ہے۔ اسی طرح توریت میں اسم مبارک محمد (ﷺ) اور انجیل میں احمد (ﷺ) ہے۔ محمد (ﷺ) کا اصل مادہ حمد ہے اور حمد کے معنی تعریف کے ہیں۔ کسی کے اخلاق حمیدہ، اوصاف پسندیدہ محاسن و کمالات، فضائل و مناقب کو محبت و عقیدت کے ساتھ بیان کرنا

حمد کہلاتا ہے۔ محمد (ﷺ) کے معانی علماء کرام نے یہ بیان کئے ہیں کہ وہ ذاتِ اقدس جس کے حقیقی فضائل و خصائل کو کثرت کے ساتھ بار بار بیان کیا جائے۔ خالقِ کائنات نے خود اپنے محبوب، سرورِ کونین، رحمۃ للعالمین ﷺ کی تعریف فرمائی ہے جو اکرام خداوندی کا عظیم شاہکار ہے۔ لطفِ کرم یہ کہ ایسی تعریف اور کوئی نہیں کرسکا۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

ترجمہ: (میرے محبوب ﷺ) اور ہم نے آپ (ﷺ) کا ذکر بلند کیا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد آپ ﷺ کو سب سے پہلے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے اپنا دودھ پلایا اور دو، تین روز کے بعد چند دن کے لئے حضرت ثوبیہ نے دودھ پلایا جو کہ ابولہب کی کنیز تھیں اور بعد میں انہیں آزاد کر دیا گیا۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی رضاعت و تربیت کی ذمہ داری حضرت حلیمہ سعدیہ نے سنبھالی۔ اس زمانے میں عام دستور تھا کہ شہر کے رؤسا، شرفاء اپنے شیرخوار بچوں کو دیہات میں بھیج دیتے تھے۔ اس رواج کا اصل سبب یہ تھا کہ دیہات کی صاف ستھری اور کھلی آب و ہوا کی وجہ سے بچوں کی پرورش اور نشو و نما اچھی طرح ہو۔ ان کے اندر ایسے صاف ماحول، خالص عربی اور فصاحتِ زبان کا جوہر پیدا ہو سکے، کیونکہ شہروں میں ہر قسم اور ہر ملک و قوم کے لوگوں کا آنا جانا عام ہوتا ہے اور ان کے باہم اختلاط سے شہری زبان خالص نہیں رہتی اور کئی غیر زبانوں کے الفاظ بھی شامل ہو جاتے ہیں، جبکہ صحرائی دیہات اس سلسلہ میں اصلی زبان کے امین ہوتے ہیں۔

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے، جس کے راوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: یا رسول اللہ! میں نے آپ ﷺ سے بڑا فصیح اللسان کسی کو نہیں دیکھا، تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا!

اس میں میرے لئے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے کیونکہ میں قریش میں سے ہوں، اور میرے فصیح ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں قبیلہ بنی سعد میں پلا ہوں۔

(بحوالہ: طبقات ابنِ سعد)

اسی دستور کے مطابق دیہاتوں سے عورتیں شہر میں آیا کرتی تھیں اور شرفاءِ شہر اپنے بچوں کو اُن کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ولادت کے چند روز بعد قبیلہ ہوازن میں سے بنی سعد کی دس عورتیں بچوں کی تلاش میں مکہ آئیں، ان میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

ہر عورت کی خواہش ہوتی تھی کہ کسی مالدار کے بچے کو گود میں لوں تا کہ حقِ رضاعت اور معاوضہ اچھا ملے۔ اسی بات کے پیشِ نظر جتنے بچے صاحب ثروت لوگوں کے تھے، انہیں تو مختلف دائیوں نے اُٹھا لیا اور دُرِّ یتیم ﷺ کو لینے کے لئے کوئی عورت صرف اس بناء پر آگے نہ بڑھی کہ یہ بچہ تو یتیم ہے، باپ زندہ ہوتا تو بھی کچھ مل جانے کی توقع تھی، مگر اب ہمیں کیا مل سکے گا؟ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے بھی کسی مالدار شخص کے بچے کی تلاش کی، مگر بظاہر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہیں۔ مگر کون جانتا تھا کہ یہ وہ ناکامی ہے، جس پر لاکھوں کامرانیاں قربان کی جا سکتی ہیں، ان کے مقدر کا ستارہ چمکنے والا ہے، دُنیا بھر کی دولتیں ان کے ہاتھ آنے والی ہیں۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی والدہ محترمہ نے اپنا یتیم ان کے سپرد کیا اور آپ ﷺ کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی گود میں لے لیا اور پھر ان کی قسمت جاگی اور انہوں نے وہ فیوض و برکات حاصل کئے جو دوسرے نہ لے سکے۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

اس سے ثابت ہوا کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت باسعادت بھی امن عالم اور خیر و برکات کا ذریعہ تھی، کیونکہ خالق کائنات نے بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے اپنا آخری رسول ﷺ

اس دُنیا میں بھیج دیا، جس نے اپنی مبارک محنت سے انسانیت کی کایا پلٹ دی اور اس آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور پورا عالم امن وسلامتی کا گہوارہ بن گیا۔

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کا شجرہ طیبہ

یہاں برکت کے لئے رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا شجرہ طیبہ تحریر کیا جاتا ہے:

سیّدنا محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب (شیبہ) بن ہاشم (عمرو) بن عبد مناف (مغیرہ) بن قُصی (زید) بن کلاب بن مرّۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (انہی کا لقب قریش تھا اور قبیلہ قریش کا نام انہی کی طرف منسوب ہے) بن مالک بن نضر (قیس) بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (عامر) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُد بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن یوز بن قموال بن اُبی بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن ماخی بن عیض بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن یلحن بن اُرعوی بن عیض بن ذیشان بن عیصر بن اُفناد بن اُیہام بن مقصر بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزی بن عوضہ بن عرام بن قیدار بن اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بن ابراہیم الصلوٰۃ والسلام بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروع (یا ساروغ) بن راعو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (کہا جاتا ہے کہ ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہے) بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن آنوش بن

شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام بن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(بحوالہ: سیرت ابن ہشامؒ، رحمۃ للعالمین ﷺ، الرحیق المختوم)

اکثر اہل سیر نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا سلسلہ نسب تین حصوں پر تقسیم فرمایا ہے، ایک حصہ جس کی صحت پر اہل سیر کا اتفاق ہے یہ عدنان تک ہے، دوسرا حصہ جس میں اہل سیر کا اختلاف ہے کسی نے توقف کیا ہے اور کوئی قائل ہے یہ عدنان سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک ہے اور تیسرا حصہ جس میں اختلاف ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آگے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک ہے)

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کے فیوض و برکات اور امن عالم

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو گود میں لینے سے لے کر مدتِ رضاعت و بچپن تک بے شمار فیوض و برکات حاصل کئے۔ ابن اسحاقؒ کی روایت ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بنی سعد کی کچھ عورتوں کی معیت میں اپنے گاؤں سے نکلی، میرے ساتھ میرا شوہر (حارث بن عبدالعزیٰ) اور شیر خوار بچہ بھی تھا۔ قحط سالی کی وجہ سے تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ ایک مادہ خر اور ایک بوڑھی اونٹنی ہمارے ساتھ تھی۔ ہمارا بچہ ساری ساری رات بھوک سے بلکتا رہتا۔ نہ میری چھاتی میں دودھ تھا اور نہ ہی اونٹنی کے تھنوں میں کوئی قطرہ نظر آتا۔ مکہ معظمہ پہنچے تو میری ساتھی عورتوں میں سے ہر کسی نے ایک ایک بچہ لے لیا، مگر مجھے بچہ کوئی نہ ملا۔ جب ہم سب نے واپسی کا عزم کیا تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں خالی ہاتھ تو ہرگز نہ جاؤں گی، کم از کم اس یتیم (ﷺ) کو ہی لے آتی ہوں، جسے دوسری عورتوں نے یتیم ہونے کی بناء پر نظر انداز کر رکھا تھا۔ میرے شوہر نے کہا! وہی لے آؤ شاید اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اسی میں برکت پیدا فرما دے۔ میں نے اس بچے کو قبول کر لیا اور اُٹھا کر اس جگہ لے آئی جہاں ہم سب نے ڈیرہ لگایا تھا۔ وہاں آ کر میں نے اُسے اپنی گود

میں رکھا اور اُسے دودھ پلانا شروع کیا، تو اس بچے نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ پھر اسی وقت میں نے دوسرے بیٹے کو بھی دودھ دیا تو اس نے بھی سیر ہو کر پی لیا اور یہ دونوں سو گئے، جبکہ اس سے قبل ایک ہی بچہ ہوتا اور پیٹ بھر کر دودھ نہ ملنے کی وجہ سے نہ وہ خود سوتا اور نہ ہی ہمیں سونے دیتا تھا۔ میرا شوہر اونٹنی کے پاس سے گزرا تو محسوس کیا کہ یہ بھی دودھ سے لدی ہوئی ہے۔ اُس نے دودھ دوہا اور ہم دونوں نے بھی خوب جی بھر کر دودھ پیا۔ اس طرح یہ رات ہم نے بڑے خوشگوار طریقے سے گزاری۔ جب ہم صبح جاگے تو میرے شوہر نے کہا! اے حلیمہ! بخدا یقین کرلو، لگتا ہے کہ تم نے تو کوئی بابرکت رُوح حاصل کرلی ہے، میں نے کہا کہ بخدا مجھے بھی یہی توقع ہے۔ صبح جب ہم واپسی کے لئے روانہ ہوئے تو میں اپنی سواری پر بیٹھ گئی اور اس بچے کو بھی اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا۔ اب میری سواری اس طرح سفر کاٹ رہی تھی کہ میری دوسری ساتھی عورتوں کی سواریاں مل نہ پا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ مجھے کہنے لگیں:

''اے بنت ابی ذؤیب! تمہارا بھلا ہو ہمارا بھی تو خیال رکھو، کیا یہ وہی (سواری) نہیں جس پر تم ہمارے ساتھ آئی تھی؟ میں نے اُنہیں کہا! ہاں، بخدا یہ وہی سواری تو ہے۔ تب اُنہوں نے کہا: پھر تو اس کی کوئی خاص ہی شان ہے۔ جب ہم اپنے گاؤں بنی سعد پہنچے، جہاں کی زمین بارش نہ ہونے کی وجہ سے بنجر اور ویران ہو چکی تھی، مگر جب سے یہ یتیم (ﷺ) اپنے ساتھ لے آئے تھے، ہماری بکریاں باہر سے خوب پیٹ بھر کر آتیں۔ ہم ان کا دودھ دوہتے اور پیتے، جبکہ ہمارے اپنے گاؤں کے دوسرے لوگوں کا معاملہ بدستور پہلے جیسا ہی تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے قبیلے کے لوگوں نے اپنے چرواہوں کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ تم بھی اپنی بکریاں وہیں چرایا کرو، جہاں بنتِ ابی ذؤیب کا چرواہا چراتا ہے''۔

(طبرانی و بیہقی)

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لَقَدْ بَلَغَتْ بِالْهَاشِمِيِّ حَلِيْمَه
مَقَامًا عَلَا فِيْ ذِرْوَةِ الْعِزِّ وَالْمَجْدِ

وَزَادَتْ مَوَاشِيْهَا وَاخْصَبَ رِبْعُهَا
فَقَدْ عَمَّ هٰذَا السَّعْدُ كُلَّ بَنِيْ سَعْدِ

﴿ترجمہ﴾

اس ہاشمی (ﷺ) کی برکت سے حلیمہ نے عزت وشرف کا اونچا مقام پا لیا،
اس کے مویشی زیادہ ہوئے، اس کا گھر سدھر گیا اور یہ خوش بختی تمام بنی سعد کو عطا ہوئی۔
(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

سُبحان اللہ! رحمۃ للعالمین ﷺ کے فیوض و برکات سے نہ صرف حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا گھرانہ مالا مال ہوا بلکہ آپ ﷺ کی رحمتوں سے پورا بنی سعد، دیگر قبائل، اہل عرب و عجم اور سارا عالم امن و سلامتی کا گہوارہ بنا۔

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کا شام کا سفر اور امن عالم

رحمۃ للعالمین ﷺ کے چچا ابو طالب تجارت کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے حسب دستور شام کا ارادہ کیا۔ سفر کی تکلیف یا کسی اور وجہ سے وہ آپ ﷺ کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے، لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ کو اپنے چچا (ابو طالب) سے اس قدر محبت تھی کہ جب وہ چلنے لگے تو آپ ﷺ اُن سے لپٹ گئے۔ ابو طالب نے آپ ﷺ کی دل شکنی گوارا نہ کی اور ساتھ لے لیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تقریباً بارہ برس کی ہوگی۔
(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

جب ابو طالب بصریٰ پہنچے تو ایک عیسائی (اہل کتاب) راہب کی عبادت گاہ کے قریب ڈیرہ لگایا۔ تاریخ و سیرت کی اکثر کتب حتیٰ کہ ترمذی شریف اور بعض دیگر کتب حدیث میں بھی مذکور ہے۔

قریش مکہ کے تجارتی قافلے پہلے بھی وہاں ٹھہرا کرتے تھے مگر بحیرہ راہب کبھی اپنے کمرے سے باہر نہیں آیا تھا اور نہ ہی اُس نے کبھی کسی قافلے پر توجہ دی تھی لیکن اس مرتبہ وہ اپنی خلوت گاہ سے نکلا اور اہل قافلہ کے پاس چل کر آیا، بلکہ اُس نے اُن سب کی دعوت بھی کی۔ اس نے رحمۃ للعالمین ﷺ کا دستِ مبارک پکڑا اور پوچھا کہ اس بچے کا سرپرست کون ہے؟ ابو طالب نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ اس راہب نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ہماری کتاب کے مطابق اس کا باپ تو زندہ ہی نہیں ہونا چاہئے، تو ابو طالب نے بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس کے پوچھنے پر باپ کے بارے میں بتایا کہ وہ اُس وقت فوت ہو گئے تھے جبکہ یہ بچہ شکمِ مادر میں تھا۔ تب اُس نے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر دونوں شانوں کے درمیان پائی جانے والی "مہر نبوت" بھی انہیں دکھائی اور بتایا کہ یہ بچہ پیغمبر اسلام (ﷺ) بننے والا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نبوت و رسالت کے لئے منتخب کرے گا۔ اہل قافلہ نے پوچھا کہ یہ باتیں تمہیں کیسے معلوم ہیں؟

اُس نے جوب دیا کہ جب تم گھاٹی سے اُتر رہے تھے تو تمام درخت اور پتھر سجدے کے لئے جھک گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس بچے کے سر پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ آ رہا تھا اور یہ کسی نبی کے سوا ایسا نہیں کرتے اور آپ ﷺ کے پشت مبارک پر دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت بھی اس کی علامت ہے اور جب یہ بچہ اونٹوں کو باندھ کر اس درخت کی طرف آ رہا تھا تو اُسے بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ہوئے تھا اور جب آپ ﷺ درخت کے قریب پہنچے تو قریش ساری سایہ دار جگہ پر قبضہ کر چکے تھے،

آپ ﷺ آئے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ بھی ڈھل کر آپ ﷺ تک جا پہنچا۔ ان تمام علامتوں کے پیشِ نظر بحیرہ نے ابو طالب سے کہا کہ اسے اپنے ساتھ یہاں سے آگے ہرگز نہ لے جانا، ورنہ یہودی آپ ﷺ کو قتل کر دیں گے۔

(ترمذی شریف)

بعض عیسائی مصنفین نے اس واقعہ کو خوب اُچھالا ہے کہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ نے مذہب کے حقائق و اسرار (نعوذ باللہ) بحیرہ راہب سے سیکھے اور اُنہی پر آپ ﷺ نے عقائد اسلام کی بُنیاد رکھی۔ اس کی وضاحت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ بالفرض آپ ﷺ بحیرہ کے تعلیم یافتہ ہوتے تو پیغمبر اسلام ﷺ نے توحیدِ خالص کی دعوت کیوں دی؟ نظریہ تثلیث وصلیب کا پُر زور ردّ کیوں کیا؟ اور اگر نظریہ توحید اور ردّ تثلیث وصلیب اُسی راہب نے سکھلایا تھا تو آج عیسائی اپنے اُس راہب کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کر لیتے؟

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

حقیقت یہ ہے کہ آپ تاریخ وسیرت کی کوئی کتاب اُٹھا لیں، جس میں یہ واقعہ مذکور ہو، اس میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نظر نہیں آئے گا، جس سے یہ شک بھی گزر سکتا ہو کہ بحیرہ نے خاتم النبیین، سیّد الکونین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کو کوئی تعلیم دی تھی۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کے معجزات اور آپ ﷺ کی پاکیزہ نشانیاں دیکھ کر بحیرہ راہب نے پہچان لیا کہ ایسا معاملہ نبی کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے اور یہی آخری نبی ﷺ ہیں، جن کی بدولت پورا عالم امن وسلامتی کا گہوارہ بنے گا، کیونکہ سابقہ الہامی کتب میں آپ ﷺ کی وہ تمام نشانیاں موجود تھیں، جس بناء پر اس نے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کو واپس جانے کا مشورہ دیا تھا۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

باب نمبر 6

رحمۃ للعالمین ﷺ کا عہد شباب اور امن عالم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کا بکریاں چرانا اور امن عالم

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ جب اپنی لڑکپن کی عمر مبارک کو پہنچے تو آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ میرے شفیق چچا ابو طالب کثیر العیال ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے بھی ان کی محبت و شفقت کے پیشِ نظر اُن کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا، اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے بکریاں بھی چرائیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا، کیا آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں، میں اہل مکہ کی بکریاں قراریط (اُجرت) پر چرایا کرتا تھا۔ (بخاری شریف)

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بکریاں چرانا مصلحتِ خداوندی کے تابع ہے اور یہ ایک ''خُدائی ٹریننگ'' تھی کیونکہ جانوروں میں سب سے زیادہ تنگ اور پریشان کرنے والا جانور بکری ہے۔ بکری کی فطرت ہے کہ وہ ایک جگہ نہیں چرتی بلکہ پل بھر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔ چرواہے کی یہ ڈیوٹی ہوتی ہے کہ اپنے ریوڑ کی کڑی نگرانی رکھے تاکہ کوئی بھیڑیا حملہ کر کے کسی بکری کو نقصان نہ پہنچائے۔ چنانچہ چرواہا اسی فکر میں ان کے پیچھے پیچھے سرگرداں رہتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ تمام ریوڑ مجتمع رہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بکریاں چرانا اُمت کی گلہ بانی کا دیباچہ ہے۔ جس طرح ایک چرواہا اپنے ریوڑ کی حفاظت کے لئے ہر دم چوکس اور چوکنا رہتا ہے، اسی طرح نبی اُمت پر نظر رکھتے ہیں اُن کی کوشش ہوتی ہے کہ اُن کی اُمت متحد اور اکھٹی رہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اُمت کے منتشر ہونے سے وہ نفس اور شیطان کا شکار ہو جائیں، کہیں شرک و بدعت ان پر حملہ آور نہ ہو جائیں، کہیں فسق و فجور اُن پر وار نہ کر جائیں، کہیں طاغوتی قوتیں انہیں ہڑپ نہ کر لیں، اس لئے رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے فرمایا!

کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

(مسندِ احمد)

الحمدللہ! رحمۃ للعالمین ﷺ کا بکریاں چرانا، ایک ایسی تربیت (Training) حاصل کرنا تھا کہ بحیثیت آخری نبی، آپ ﷺ کو قیامت تک کے لئے نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا، ساری انسانیت کفر و شرک کی زندگی سے نکل کر ایک اللہ تعالٰی کی ذاتِ عالی پر ایمان لے آئے اور جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والی بن جائے، یہ آپ ﷺ کی مبارک فکر تھی، لہٰذا آپ ﷺ کا بکریاں چرانا بھی امن عالم کا ذریعہ بنا۔

☆ حرب فجار اور امن عالم

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی بعثت سے قبل لڑائیوں کا جو طویل سلسلہ چلا آ رہا تھا، اُن میں سے چار لڑائیاں حروبِ فجار کے نام سے مشہور ہیں اور یہ چاروں لڑائیاں ''اشہر حرم'' ذی القعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں سے کسی نہ کسی ماہ میں وقوع پذیر ہوئی تھیں اور چونکہ ان مہینوں میں دین ابراہیمؑ کے مطابق لڑنا ممنوع تھا، اس وجہ سے انہیں ''حروب فجار'' کہا جاتا ہے۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

معروف مؤرخ مسعودی نے ان چاروں حروبِ فجار کے الگ الگ نام ذکر کیے ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

- پہلی لڑائی کا نام فجار الرجل یا فجار بدر بن معشر
- دوسری لڑائی کا نام فجار القرد
- تیسری لڑائی کا نام فجار المراء
- چوتھی لڑائی کا نام فجار البراض

چوتھی اور آخری لڑائی ذی القعدہ کے مہینہ میں ہوئی تھی، اس میں ایک طرف قریش اور کنانہ اور دوسری طرف ہوازن اور بنی قیس تھے۔ اس لڑائی کے وقت رحمۃ للعالمین ﷺ کی عمر مبارک 20 برس اور بعض مصنفین کے بقول 15 سال تھی۔ قریش کے تمام خاندانوں نے اس معرکہ میں اپنی الگ الگ فوجیں تیار کی تھیں اور ان سب دستوں کا مشترکہ کمانڈر حرب بن امیہ تھا، جو ابوسفیان کے والد اور حضرت امیر معاویہؓ کے دادا تھے، یہ عمر میں سب سے بڑے اور اپنے قبیلے کے تجربہ کار اور معزز شخص تھے۔ آلِ ہاشم کے علمبردار رحمۃ للعالمین ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب تھے اور اسی صف میں آپ ﷺ خود بھی شریک تھے۔

اس لڑائی میں کنانہ وقریش کو غلبہ حاصل ہوا اور بالآخر صلح پر خاتمہ ہوا۔ اس لڑائی میں چونکہ قریش حق پر تھے لہٰذا آپ ﷺ نے قریش کا ساتھ دیا لیکن آپ ﷺ نے عملی طور پر اس میں حصہ نہیں لیا اور اپنے چچاؤں کا دُشمن کے نیزوں سے دفاع کرتے رہے، مگر خود آپ ﷺ نے کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

حربِ فجار وہ پہلی لڑائی تھی جس میں رحمۃ للعالمین ﷺ برائی کے خلاف عملی طور پر میدان میں اُترے، دینِ ابراہیمؑ کے مطابق حرمت والے مہینوں میں لڑائی کرنا منع تھا، مگر بنی قیس اور ان کے حواری باز نہ آتے تھے، جبکہ اہل قریش لڑائی کے حق میں نہ تھے۔ داعی امن عالم، رحمۃ للعالمین ﷺ نے حق کی خاطر اپنے قبیلہ والوں کا ساتھ دیا، تاکہ معاشرے میں امن قائم ہو۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی اس لڑائی میں شرکت سے ایک طویل جنگوں کا سلسلہ ختم ہوگیا اور آپس میں صلح ہوگئی۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

☆ معاہدہ حلف الفضول اور امن عالم

الحمدللہ! حرب فجار سے واپسی پر رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے چچا حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی تجویز پر بنی ہاشم، بنی زہرہ اور بنی تمیم وغیرہ عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور وہاں سب نے مل کر یہ معاہدہ کیا:

ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا
اور کوئی ظالم مکہ میں رہنے نہیں پائے گا۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

اس معاہدہ کا فوری محرک یہ ہوا کہ یمن کا ایک زبیدی شخص مال تجارت لے کر مکہ آیا تو عاص بن وائل سہمی نے اس سے وہ مال خرید لیا، مگر اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس

زبیدی نے اپنے حلیفوں عبدالدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی سے مدد طلب کی مگر کوئی بھی اس کے لئے تیار نہ ہوا۔ تو وہ جبلِ ابی قیس پر چڑھ کر بآوازِ بلند ایسے شعر کہنے لگا جن میں اُس نے اپنی داستانِ مظلومیت کی خوب دُہائی دی، اس پر رحمۃ للعالمین ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب اُٹھے اور حقائق معلوم کرنے کے بعد مختلف خاندانوں کو اکٹھا کیا اور ایک معاہدہ کیا، پھر سب مل کر عاص بن وائل سہمی کے پاس گئے اور اس سے زبردستی زبیدی کا حق دلوایا۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

اس معاہدہ میں رحمۃ للعالمین ﷺ بھی شریک ہوئے۔ اس میں بنو زہرہ بنو تیم اور قریش نے شرکت کی اور اس معاہدہ کی اہم دفعات مندرجہ ذیل تھیں:

(1) ملک میں امن وامان برقرار رکھا جائے گا۔

(2) آپس میں جنگ نہیں کی جائے گی۔

(3) مظلوموں کی دادرسی کی جائے گی۔

(4) یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کریں گے۔

(5) مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

(6) کوئی شخص ظلم کر کے مکہ میں زندہ نہ رہ سکے گا۔

(7) غریبوں کی مدد کی جائے گی۔

(بحوالہ: آفاق تہذیب وتمدن اور تاریخ اسلام)

تاریخ اسلام میں یہ معاہدہ "حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلے پہل اس معاہدہ کا خیال جن لوگوں کو آیا، اُن کے نام میں فضل کا مادہ پایا جاتا تھا۔ مثلاً فضیل بن حرث، فضیل بن واعہ اور مفضل وفضل وغیرہ۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ بھی اس معاہدہ امن میں شریک ہوئے تھے اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے:

"اس معاہدہ کے مقابلہ میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ لیتا، اور آج بھی اس قسم کا کوئی معاہدہ ہو تو اس میں ضرور شرکت کروں گا"۔

(بحوالہ: مستدرک حاکم)

اس معاہدہ یا تنظیم کا نام بنو جرہم کی ایک پرانی انجمن کے نام پر انجمن "حلف الفضول" رکھا گیا اور رحمۃ للعالمین ﷺ اس کے رکن اعلیٰ تھے۔ اس معاہدہ نے سرزمین حجاز میں امن وسکون بحال کروایا۔ اس کی بدولت کمزوروں اور مظلوموں کو بڑی حد تک امن وامان نصیب ہو گیا۔ اپنے قیام کے پہلے ہی سال اتنا وقار حاصل ہو گیا کہ اس کی طرف سے کسی معاملے میں مداخلت کا اشارہ ہی زبردستوں کی بے آئینی روکنے اور زیردستوں کے نقصانات کے لئے کافی ہوتا تھا۔

(بحوالہ: روح اسلام از جسٹس امیر علی سیّد)

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کی تجارت اور امن عالم

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے چچا ابو طالب ایک تاجر تھے، یہی وجہ تھی کہ عہد شباب کو پہنچتے ہی جب رحمۃ للعالمین ﷺ کو فکرِ معاش کی طرف توجہ ہوئی تو تجارت سے بہتر کوئی پیشہ نہ پایا۔ آپ ﷺ بچپن میں بھی اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ بعض تجارتی سفر کر چکے تھے، جس وجہ سے آپ ﷺ کو تجارتی کاروبار اور لین دین کے معاملات میں کافی مہارت و تجربہ حاصل ہو چکا تھا اور دوران تجارت آپ ﷺ کے حسن معاملہ اور امانتداری وصداقت کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی۔ آپ ﷺ کے شرکاء تجارت کی کئی شہادتیں کتب حدیث اور تواریخ وسیرت میں مذکور ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کس دیانتداری اور راست بازی کے ساتھ اس پیشہ کو سرانجام دیتے تھے۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

الحمد للہ ! اس وقت مکہ مکرمہ میں ایک معزز خاتون خدیجہ بنت خویلد تھیں ، جنہیں بعد میں اُمّ المؤمنین ہونے کا شرف نصیب ہوا ، وہ بہت بڑی تاجر ، شریف النفس اور صاحبِ ثروت تھیں اور دوسرے لوگوں کو اپنا مال دے کر تجارت کے لئے بھیجا کرتی تھیں ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ کے خاندان سے جا ملتا ہے ، وہ بیوہ تھیں اور اپنی شرافتِ نفس ، پاکیزگی اخلاق اور عفت و عصمت کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ انہیں ''طاہرہ'' کے نام سے پکارا کرتے تھے ۔ ان کی دولت مندی کا یہ عالم تھا کہ جب اہل مکہ کا کوئی قافلہ تجارت کے لئے روانہ ہوتا اکیلی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامانِ تجارت تمام قریش کے برابر ہوتا تھا ۔

(بحوالہ : طبقاتِ ابنِ سعد)

الحمد للہ ! جب رحمۃ للعالمین ﷺ کے حسن معاملہ ، راست بازی اور صدق وامانت کی خبر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں اور جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں ، آپ ﷺ کو اس سے دُگنا دوں گی اور دورانِ سفر آپ ﷺ کی خدمت کے لئے اپنا غلام میسرہ بھی ساتھ بھیج دوں گی ۔ رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ نے اُن کی اس پیشکش کو قبول کرلیا اور سفر شام کے لئے تیار ہو گئے ۔ (بحوالہ : رحمۃ للعالمین ﷺ)

حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ میرے شریکِ تجارت تھے ، لیکن آپ ﷺ نے ہمیشہ معاملہ صاف رکھا ۔ (ابوداؤد)

رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ ایسے سچے اور ایماندار تھے کہ کفار ومشرکین بھی آپ ﷺ کو ''صادق'' اور ''امین'' کہتے تھے ۔ آپ ﷺ کی دیانتداری کی وجہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو پیغام نکاح بھیجا ۔

بقول ابن ہشام آپؓ کے الفاظ یہ تھے:

"اے فرزندِ عم سابقہ قرابت، قومی اعزاز، امانت داری، خوش اخلاقی، راست گوئی کی وجہ سے میں آپ ﷺ سے عقد کرنے کی خواہش مند ہوں"۔

(بحوالہ: سیرت النبی ﷺ)

جب جاہلیت کا سمندر موجیں مار رہا تھا اور عورتوں کی بھی قیمت لگائی جاتی تھی، حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اُس وقت "طاہرہ" کے مہکتے ہوئے مبارک لقب سے سرفراز ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنے پیارے حبیب، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کے لئے جن پاکیزہ ازواج کا انتخاب کیا، اُس کا فیصلہ فرش پر نہیں، بلکہ عرش پر ہوا تھا۔ ایک موقع پر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا!

تمہیں دُنیا کی خواتین میں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنتِ خویلد، فاطمہ بنتِ محمد ﷺ اور آسیہ زوجہ فرعون کافی ہیں۔

(ترمذی)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پیغام نکاح سے اُن کی بصیرت، دور اندیشی اور مردم شناسی کا پتہ چلتا ہے۔ ان کا پیغام نکاح ان کی ذہانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپؓ کے نکاح کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ روایت ہے، اُس کے مطابق رحمۃ للعالمین ﷺ نے پیغام نکاح کی بات اپنے چچوں سے کی، تو اُن میں سے ابو طالب اور سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ تاریخِ نکاح کے تعیّن کے لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمر بن اسد کے پاس گئے، کیونکہ بقول امام سہیلیؒ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد حرب فجار سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

جب سفرِ شام سے واپسی کو تقریباً تین ماہ ہوگئے تو تاریخ متعین پر ابو طالب ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ اور تمام روساءِ خاندان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے اور پانچ سو طلائی درہم حق مہر کے عوض آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ (فقۃ السیرۃ)

بوقتِ نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس برس کی تھی اور آپؓ بیوہ تھیں جبکہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور آپ ﷺ کا یہ پہلا نکاح تھا۔ حضور اقدس ﷺ کے فیضِ صحبت کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ صادق تھے تو اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا صادقہ تھیں۔ آپ ﷺ امین تھے تو اماں جان امینہ تھیں، آپ ﷺ طاہر تھے تو اماں جان طاہرہ تھیں۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین ﷺ کی تجارت بھی امن عالم کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، آپ ﷺ اپنی صداقت اور ایمانداری کی وجہ سے صادق اور امین کہلائے، نیز اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح مبارک بھی آپ ﷺ کی دیانتداری اور راست بازی کا نتیجہ تھا۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

☆ حجرِ اسود کا تنازعہ اور امن عالم

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی بعثت سے پانچ سال قبل جبکہ آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس سال تھی، اہل قریش کعبہ کی تعمیر نو پر متفق ہوگئے، جس میں پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی تعمیر کعبہ میں عملی طور پر حصہ لیا، پتھر اُٹھائے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے شانے مبارک

زخمی ہو گئے ۔(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

خانہ کعبہ کی عمارت نشیب میں تھی اور دیواروں پر چھت نہ تھی، بارش کے موسم میں شہر کا پانی حرم میں آجاتا تھا۔ اس کی روک کے لئے بالائی حصہ پر بند بندھوایا گیا لیکن وہ ٹوٹ جاتا تھا۔ بالآخر باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ کعبہ کی نئے سرے سے تعمیر کی جائے اور اس تعمیر میں صرف حلال رقم ہی استعمال کی جائے ۔ انہی دنوں جدّہ کی بندرگاہ پر ایک تجارتی جہاز کنارہ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا ۔ جب قریش کو خبر ملی تو ولید بن مغیرہ مخزومی نے جدّہ پہنچ کر جہاز کے تختے خریدے ۔ جہاز میں ایک رومی معمار تھا جس کا نام باقوم تھا، ولید اس کو اپنے ساتھ مکہ لے آئے اور اہل قریش نے مل کر کعبہ کی تعمیر شروع کی ۔ مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے تھے کہ کوئی اس شرف سے محروم نہ رہ جائے لیکن جب حجر اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو جھگڑا پیدا ہو گیا کیونکہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسی کو ملے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں نکل آئیں ۔ پانچویں دن امیہ بن مغیرہ، جو کہ قریش میں سب سے معمر تھے، رائے دی کہ کل صبح کو سب سے پہلے جو شخص کعبہ میں آئے، وہی ثالث قرار دیا جائے ، اس رائے کو سب نے تسلیم کیا ۔ اللہ تعالیٰ کی مشیّت کہ دوسرے دن رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ سب سے پہلے کعبہ میں تشریف لائے ۔ آپ ﷺ کی ایمانداری اور دیانت پر سب کو اعتماد تھا، لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے!

یہ لو امین آگیا اور ہم امین کو اپنا حکم ماننے پر رضامند ہیں۔

(بحوالہ: سیرت امام الانبیا ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے رفع شر کی یہ صورت نکالی کہ چادر بچھا کر اس پر حجر اسود رکھ دیا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد چادر پکڑ کر اُٹھائے اور جب چادر موقع کے برابر آگئی تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو اُٹھا کر نصب فرما دیا ۔ کعبہ کی عمارت اب مسقّف کر دی گئی،

چونکہ سامانِ تعمیر ناکافی تھا، ایک طرف زمین کا کچھ حصہ چھوڑ کر بنیادیں قائم کی گئیں اور اس حصہ کے گرد چار دیواری بنا دی گئی کہ پھر موقع ملا تو کعبہ کے اندر لے لیں گے، اسی حصہ کو حطیم کہتے ہیں۔(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیاء ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی اس حسن تدبیر سے ایک خونریز جنگ ہوتے ہوتے رُک گئی، اور قتل وغارت کا خطرہ ٹل گیا۔ اس طرح کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کا نصب کرنا بھی امن عالم کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

☆ غارِ حرا میں عبادت اور امن عالم

رحمۃ للعالمین ﷺ جس زمانہ میں پیدا ہوئے مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے لیکن آپ ﷺ نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا اور نہ کبھی دیگر رسوم جاہلیت میں شرکت کی۔ یہ بات طے کی گئی کہ ایام حج میں قریش کے لئے عرفات جانا ضروری نہیں تھا اور جو لوگ باہر سے آتے تھے وہ قریش کا لباس اختیار کریں ورنہ ان کو ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا، چنانچہ اسی بناء پر طوافِ عریاں کا عام رواج تھا، لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذاتِ اقدس نے ان باتوں میں کبھی اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے بہت سے دُنیاوی تعلقات تھے، تجارت کا کاروبار تھا، بیوی بچے تھے۔ تجارت کی غرض سے اکثر سفر کرنا پڑتا تھا، لیکن اللہ جل شانہٗ کو آپ ﷺ سے جو کام لینا تھا، وہ اِن تمام مشاغل سے بالاتر تھا۔ دُنیا اور دُنیا کے تمام کام آپ ﷺ کو ہیچ نظر آتے تھے۔ آپ ﷺ مکہ معظمہ سے تین میل دُور ایک غار، جس کا نام ''حرا'' تھا، تشریف لے جاتے اور وہاں کئی کئی دِن قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے۔ آپ ﷺ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے۔ غارِ حرا میں آپ ﷺ کا قیام مہینوں رہتا تھا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ غارِ حرا میں آپ ﷺ کی عبادت کیا تھی.......؟

عینی شرح بخاری میں ہے کہ یہ وہی عبادت تھی، یعنی "غور و فکر اور عبرت پذیری" جو آپ ﷺ کے بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت سے پہلے کی تھی، ستاروں کو دیکھا تو چونکہ تجلی کی جھلک تھی، دھوکا ہوا، چاند نکلا تو اور بھی شبہ ہوا، آفتاب پر اس سے زیادہ لیکن جب سب نظروں سے غائب ہو گئے تو بے ساختہ پکار اُٹھے:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

(سورۃ الانعام: ۷۹)

ترجمہ: میں اپنا منہ اُس کی طرف کرتا ہوں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والا۔

الحمد للہ!

غارِ حرا کی عبادت میں تحمید و تقدس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا اور قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی۔ آپ ﷺ کو خواب نظر آنے لگے، خواب ایسے سچے ہوتے تھے کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے، دن میں ویسا ہی ظہور میں آجاتا۔

(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

رحمۃ للعالمین ﷺ کو "خاتم النبیین" کی ذمہ داری ملنے والی تھی اور ایسی نبوت جو پہلے کسی کو ملی اور نہ ہی آئندہ اس کی گنجائش ہے، لہٰذا غارِ حرا میں آپ ﷺ کا تدبر و تفکر فرمانا، ساری انسانیت کی دُنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے تھا۔ اس طرح یہ کہنا بجا ہوگا کہ غارِ حرا کی عبادت بھی امن عالم کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

باب نمبر 7

رحمۃ للعالمین ﷺ کا مکی دور

اور امن عالم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے جس وقت اپنی عمر مبارک کے چالیس سال پورے کیے تو اُس وقت انسانیت آگ کی ایک خندق کے کنارے کھڑی تھی۔ پوری نسل انسانی تیزی کے ساتھ خودکشی کے راستے پر گامزن تھی۔ یہ وہ نازک وقت تھا جب انسانیت کی صبح صادق طلوع ہوئی، محروم و بدنصیب دُنیا کی قسمت جاگی اور بعثتِ محمدی ﷺ کا مبارک وقت قریب ہوا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی سُنّت بھی یہی ہے کہ جب تاریکی بہت بڑھ جاتی ہے اور قلوب سخت اور مردہ ہونے لگتے ہیں تو اس کی رحمت کا کوئی جاں نواز جھونکا چلتا ہے اور انسانیت کے خزاں رسیدہ چمن میں پھر بہار آجاتی ہے۔

دُنیا میں اس وقت جس جہالت اور جاہلیت کی حکمرانی تھی، خرافات و اوہام اور

شرک و بت پرستی کی وبا عام تھی، اس کو دیکھ کر آپ ﷺ کی بے چینی انتہا تک پہنچ چکی تھی۔ اس زمانہ میں تنہائی اور خلوت پسندی آپ ﷺ کا شیوہ بن گئی تھی اور آپ ﷺ کو تنہا بیٹھنے میں سکون ملتا تھا۔ آپ ﷺ مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں اور وادیوں سے گزرتے تو شجر وحجر سے آواز آتی: **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ** آپ ﷺ دائیں بائیں مڑ کر دیکھتے تو درختوں یا پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

☆ نزولِ وحی اور امن عالم

الحمدللہ! رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کو نبوت ملنے سے چند ماہ قبل ہی سچے خواب آنے لگے، جو کچھ آپ ﷺ خواب دیکھتے، ویسا ہی واقعہ پیش آجاتا۔ جب آپ ﷺ کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو آپ ﷺ حسب عادت غار حرا میں ہی ذکر وفکر میں مشغول تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا!

اے محمد ﷺ بشارت قبول فرمایئے، آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل امین ہوں، پھر آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا! **اِقْرَاء** (پڑھ)

رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: **مَا اَنَا بِقَارِیٔ** (میں پڑھنا نہیں جانتا)

اس پر حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ ﷺ کو پکڑ کر بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا: **اِقْرَاء** (پڑھ) ایسے جب تین مرتبہ کیا تو پھر کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝

(سورۃ العلق : ۱ تا ۵)

ترجمہ: پڑھ (اے نبی ﷺ) اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا،
جس نے جمے ہوئے خون (کے لوتھڑے) سے انسان کی تخلیق کی۔
پڑھ اور آپ (ﷺ) کا ربّ بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔
جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

الحمدللہ! یہ تیسویں پارے کی سورہ علق کی پہلی پانچ آیات ہیں، جو پہلی وحی کے طور پر رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی تھیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو سینہ مبارک جلال الٰہی سے لبریز تھا۔ آپ ﷺ نے سارا واقعہ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنایا۔ حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور فرمایا:

آپ ﷺ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں، میں دیکھتی ہوں آپ ﷺ قریبی رشتہ داروں پر شفقت فرماتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بیواؤں، یتیموں اور بے کسوں کی دستگیری فرماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی غمگین نہیں کریگا۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود اپنے اطمینان قلب کے لئے رحمۃ للعالمین ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو زمانہ جاہلیت میں ہی بت پرستی سے بیزار ہو کر تلاش حق میں سرگرداں رہے، عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی کھو چکے تھے۔ تورات اور انجیل کے عالم تھے اور اُن لوگوں میں سے تھے جو تورات و انجیل کی فراہم کردہ معلومات کے نتیجے میں اُس "نبی" کے منتظر تھے، جس کا ارشاد حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ورقہ بن نوفل کو تمام بات سنائی، جس پر انہوں نے فرمایا:

یہی وہ ناموس ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل کیا تھا،

کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اُس وقت تک زندہ رہتا،

جب قوم آپ ﷺ کو (شہر سے) نکال دے گی۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

ورقہ بن نوفل کی یہ بات سن کر رحمۃ للعالمین ﷺ نے بڑے تعجب سے پوچھا!

کیا میری قوم کے لوگ مجھے (شہر سے) نکال دیں گے؟

جس پر اُنہوں نے جواب دیا، ہاں اور کہا:

اِس دُنیا میں جس کسی نے بھی ایسی تعلیم پیش کی ہے جو آپ ﷺ کریں گے، تو (شروع میں) اُس کے ساتھ عداوت ہی ہوتی رہی ہے، کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور مجھے وہ دن دیکھنا نصیب ہو تو میں آپ ﷺ کی نمایاں خدمت کروں۔

(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

اس واقعہ سے چند دِن بعد ہی ورقہ بن نوفل وفات پا گئے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ بدستور غار حرا میں تشریف لے جاتے رہے۔ کچھ عرصہ تک آپ ﷺ پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی، اس عرصہ کو زمانہ ''فترۃ الوحی'' کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے وحی کے رُک جانے کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی، میں نے آسمان کی طرف اپنی نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ جو فرشتہ غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا وہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے، میں گھبراہٹ اور ڈر سے زمین کی طرف جھک گیا، پھر گھر آتے ہی میں نے اپنی اہلیہ کو کہا کہ مجھ پر کوئی چادر ڈال دو تب اللہ تعالیٰ نے سورۂ مدثر کی آیات فَاهْجُرْ تک

نازل فرمائیں، پھر برابر وحی آنے لگی۔ (بخاری شریف)

الحمدللہ! دوسری وحی کے ذریعہ اب اُس عظیم کام (دعوت و تبلیغ) کا وقت آ گیا تھا، جس کے لئے رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کو منتخب کیا گیا تھا، چنانچہ سورۃ المدثر کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں:

يَاۤ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○
وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○

(المدثر: ۱ تا ۵)

ترجمہ: اے کپڑا اوڑھنے والے اُٹھو (کھڑے ہو جاؤ) اور ربّ کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور گندگی (ناپاکی) سے دُور رہو۔

الحمدللہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو حکم ملا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو بیان کیجئے، تا کہ انسانیت کو معلوم ہو سکے کہ وہ وحدہٗ لاشریک ذات ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔ اللہ ہی خالق ہے اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں، اللہ ہی مالک ہے اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، اللہ ہی رازق ہے اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں، اللہ ہی حقیقی معبود ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں.......
یہ عقیدہ جب دل کی گہرائیوں میں اُترتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنا آسان ہو جاتا ہے، یہی عقیدہ توحید امنِ عالم کی بنیاد ہے، اسی سے معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

☆ امن عالم کی محنت کا پہلا مرحلہ (خفیہ تبلیغ)

الحمدللہ! منصب نبوت و رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے مکہ مکرمہ میں 13 سال دعوت الی اللہ کی محنت فرمائی، جن کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، جن میں سے پہلا مرحلہ "خفیہ دعوت و تبلیغ" کا ہے، جو ابتدائی تین سال کے

عرصہ پر مشتمل ہے۔

اس مرحلہ میں رحمۃ للعالمین ﷺ نے اعلانیہ دعوت وتبلیغ کا کام نہیں کیا، بلکہ خفیہ طور پر ہی لوگوں کو دعوتِ توحید دیتے اور شرک سے روکتے تھے۔ اس مرحلہ میں اسلام قبول کرنے والے سابقین واوّلین میں سے آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آپ ﷺ کے گہرے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ بن ابی طالب اور آپ ﷺ کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہٗ تھے۔ یہ تمام حضرات دعوت وتبلیغ کا آغاز کرتے ہی مسلمان ہوگئے تھے اور اِن حضرات کا ایمان لانا جو رحمۃ للعالمین ﷺ کی چالیس سالہ زندگی کی حرکات وسکنات تک سے واقف تھے، آپ ﷺ کی اعلیٰ صداقت وراست بازی کی قوی دلیل ہے۔ (بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

الحمد للہ! اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے پہلی ہستی ہیں، جنہوں نے رحمۃ للعالمین ﷺ کی دعوت کو قبول فرمایا اور فوراً ایمان لے آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایمان لاتے ہی تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ آپؓ کی محنت سے حضرت عثمان غنی، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن مظعون، عامر بن فہیرہ، حذیفہ بن عتبہ، سائب بن عثمان مظعون اور ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسلمان ہوئے۔

(بحوالہ: مثالی تہذیب وتمدن)

الحمد للہ! عورتوں میں سے حضرت عباسؓ کی بیوی اُمّ الفضل، اسماء بنت عمیس، اسماء بنت ابی بکر اور فاطمہ بنت خطاب (حضرت عمرؓ بن خطاب کی بہن) رضی اللہ تعالیٰ عنہن مسلمان ہوئیں۔ یہ سب حضرات وخواتین اسلام کا ہراول دستہ ثابت ہوئے اور ان کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے، جن میں ورقہ بن نوفل بھی ہیں۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

الحمدللہ ! دعوت و تبلیغ کے کام کو مخفی طور پر سر انجام دینے کے باوجود اسلام قبول کرنے والے اہل ایمان کی ایک مختصر سی جماعت بن گئی، چنانچہ ایک صحابی حضرت ارقم مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مکان پر تعلیم و تعلّم (سیکھنے سکھانے) کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ پر جو مبارک ہستیاں سب سے پہلے ایمان لائیں ان کے اسلام لانے کے واقعات کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

❁ اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رحمۃ للعالمین ﷺ کے زمانہ جاہلیت کے دوست تھے۔ ایک دن حضور اقدس ﷺ سے ملاقات کے ارادے سے گھر سے نکلے، آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا، اے ابوالقاسم (ﷺ) کیا بات ہے؟ آپ (ﷺ) اپنی قوم کی مجلسوں میں نظر نہیں آتے ہیں اور لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ (ﷺ) اِن کے آباؤ اجداد وغیرہ کے عیوب بیان کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! میں اللہ کا رسول ہوں اور تم کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں۔ جونہی حضور اقدس ﷺ نے اپنی بات پوری فرمائی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فوراً مسلمان ہو گئے۔ حضور اقدس ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ کے اسلام لانے سے اس قدر خوشی کے ساتھ واپس ہوئے کہ کوئی بھی مکہ کی ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان، جن کو اَخشبین کہتے ہیں ، آپ ﷺ سے زیادہ خوش نہ تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وہاں سے حضرت عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص کے پاس تشریف لے گئے، یہ حضرات بھی مسلمان ہو گئے۔ دوسرے روز حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضور اقدس ﷺ کے پاس عثمان بن مظعون، ابو عبیدہ بن الجراح، عبدالرحمٰن بن عوف، ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابوالارقم کو لے کر حاضر ہوئے اور یہ سب حضرات بھی مشرف باسلام ہوئے۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی دعوت پر ایمان لانے والے سب سے پہلے شخص تھے۔ آپؓ جس دِن ایمان لائے، اُسی دِن حضور اقدس ﷺ والے کام کو اپنا کام بنالیا اور ان کی دعوت و تبلیغ سے جید صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ اور اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے پوچھا کہ اے محمد (ﷺ) یہ کیا ہے؟ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا دین ہے جسے اللہ نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور جسے دے کر اپنے رسول کو بھیجا۔ میں تم کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو کہ اکیلا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے کہ تم اُس کی عبادت کرو اور لات و عزیٰ (بتوں) کا انکار کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے کہا یہ ایسی بات ہے جو آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنی، اس لئے میں اپنے والد ابو طالب سے پوچھ کر ہی اس کے بارے میں کچھ فیصلہ کروں گا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ آپ ﷺ کے اعلان کرنے سے پہلے آپ ﷺ کا راز فاش ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے ہو تو اس بات کو چھپائے رکھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے اسی حال میں رات گزاری، پھر اللہ تعالیٰ نے اِن کے دل میں مسلمان ہونے کا شوق پیدا فرمایا۔ اگلے روز صبح ہوتے ہی رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کل میرے سامنے آپ ﷺ نے کیا بات پیش فرمائی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور لات و عزیٰ کا انکار کر دو اور اللہ کے تمام شریکوں سے برأت کا اظہار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے حضور اقدس ﷺ کی بات مان لی اور اسلام لے آئے۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

حضرت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ

نے فرمایا کہ میں اپنی خالہ اَرویٰ بنت عبدالمطلب کے پاس اُن کی بیمار پرسی کے لئے گیا، کچھ دیر بعد حضور اقدس ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ میں آپ ﷺ کو غور سے دیکھنے لگا اور آپ ﷺ کی نبوت کا تھوڑا بہت تذکرہ ان دنوں ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عثمان! تمہیں کیا ہوا؟ (مجھے غور سے دیکھ رہے ہو) میں نے کہا میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ ﷺ کا ہم میں بڑا مرتبہ ہے اور پھر آپ ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں کہی جارہی ہیں، اس پر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا!

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)

اللہ گواہ ہے کہ میں یہ سُن کر کانپ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ○

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ○

(الذّٰریٰت : ۲۲، ۲۳)

ترجمہ: اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا، سو قسم ہے رب آسمان اور زمین کی کہ یہ تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو۔

پھر رحمۃ للعالمین ﷺ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چل دیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

☆ امن عالم کی محنت کا دوسرا مرحلہ (اعلانیہ تبلیغ)

تین سال تک خفیہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا لیکن آپ ﷺ کا فریضہ چند آدمیوں کے ہدایت یاب ہونے پر ختم نہ ہونے والا تھا، بلکہ سارے عالم کو اعلانیہ اسلام کی دعوت سے

مشرف کرنا تھا، اس لئے اب آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ کسی کی پروا کئے بغیر اعلان حق کریں، چنانچہ حکم خداوندی ہوا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ

(سورۃ الحجر : ۹۴)

ترجمہ: آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے اسے واضح طور پر بیان کیجئے اور مشرکین کی کوئی پرواہ نہ کیجئے۔

نیز حکم خداوندی ہوا:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ٥

ترجمہ: اور اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو ڈرایئے۔

رحمۃ للعالمین حضور اقدس ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور تمام قریش کو بآواز بلند پکارا، مکہ کے لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

اے قوم قریش! اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کرو گے؟ تمام لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا! "ہاں کیوں نہیں، ہم نے آپ (ﷺ) کو ہمیشہ سچی بات کرتے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ یہ سن کر سب لوگ جن میں ابولہب (آپ ﷺ کا چچا) بھی تھا، سخت برہم ہو کر چلے گئے۔

(صحیح بخاری)

چند روز کے بعد رحمۃ للعالمین ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو خاندان قریش کے لئے دعوت کا اہتمام کرنے کے لئے فرمایا، چنانچہ دعوت کا اہتمام کیا گیا، جس میں عبدالمطلب کے پورے خاندان نے شرکت کی۔ آپ ﷺ نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا!

میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین اور دُنیا دونوں کو کفیل ہے، اس

بارِگراں کے اُٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟ تمام مجلس میں سناٹا تھا، دفعۃً حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے اُٹھ کر فرمایا! کو مجھ کو آشوبِ چشم ہے، کو میری ٹانگیں پتلی ہیں، اور کو میں سب سے نوعمر ہوں، تاہم میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔ (طبری)

بخاری و مسلم شریف میں روایت ہے کہ جب قرآن مجید کی آیت مبارکہ:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو آپ ﷺ اُٹھے اور فرمایا!

اے قریش کے لوگوں! اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچالو، حکم الٰہی کے سامنے میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے میرے چچا عباس! میں حکم الٰہی کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا، اے میری پھوپھی صفیہ! میں حکم الٰہی کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا اور آخر میں اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے فرمایا! اے میری بیٹی فاطمہ بنت رسول اللہ (ﷺ) مجھ سے میرے مال میں سے جو کچھ چاہوں مانگو اور لے لو، لیکن (قیامت کے دن) حکم الٰہی کے سامنے میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

❁ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے چچا، ہم عمر اور رضاعی بھائی بھی تھے۔ انہیں آپ ﷺ سے بہت محبت تھی۔ ایک دن رحمۃ للعالمین ﷺ، پیغمبر اسلام ﷺ کوہ صفا پر لوگوں کو دعوت اسلام دے رہے تھے کہ ابوجہل اس طرف آنکلا اور آپ ﷺ سے انتہائی گستاخی کے ساتھ پیش آیا، اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر اس زور سے پتھر مارا کہ خون بہنے لگا۔ بعد ازاں وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہِ صفا پر واقع اپنے مکان سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ شکار سے واپس تشریف لائے تو اس نے ابوجہل کی اس گستاخانہ حرکت کے بارے میں بتایا۔ حضرت حمزہ اُس وقت مسلمان نہیں ہوئے

تھے، کنیز کی باتیں سنتے ہی غصہ میں، اسی حالت میں جبکہ کمان اِن کے ہاتھ میں تھی، ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے، اور اپنی کمان ابوجہل کے سر پر اس زور سے ماری کہ اِس کا سر پھٹ گیا اور واپس گھر تشریف لے آئے۔ گھر پہنچ کر رحمۃ للعالمین ﷺ کو تسلی دی اور کہا بھتیجے تُو خوش ہو جا میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اپنے چچا (حضرت حمزہؓ) کو اس موقع پر دعوت دی اور فرمایا!

اے میرے چچا! اس بات سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی
البتہ آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔

اِس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔

(بحوالہ: مثالی تہذیب وتمدن)

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی یہی فکر تھی کہ سب لوگ اللہ تعالٰی کی ذاتِ عالی پر ایمان لے آئیں اور اسلام میں داخل ہو جائیں تا کہ انسانیت جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والی بن جائے۔

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے یہ دُعا مانگی۔ اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) کے ذریعہ قوت عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے آپ ﷺ کی دُعا حضرت عمر بن خطاب کے حق میں قبول فرمائی اور اللہ تعالٰی نے اِن کو اسلام کی بنیادوں کے مضبوط ہونے کا اور بت پرستی کی عمارت کے گر جانے کا ذریعہ بنایا۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ چاہتے ہو کہ میں اپنے ابتدائے اسلام کا قصہ بیان کروں؟ ہم نے کہا، جی ضرور۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں حضور اقدس ﷺ کے بڑے دشمنوں میں سے تھا۔ صفا پہاڑی کے قریب ایک مکان میں

حضور اقدس ﷺ تشریف فرما تھے، میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے میرا گریبان پکڑ کر فرمایا۔ اے خطاب کے بیٹے! مسلمان ہو جا اور ساتھ ہی یہ دُعا کی کہ اے اللہ اسے ہدایت عطا فرما، میں نے فوراً کہا!

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

فرماتے ہیں کہ میرے اسلام لاتے ہی مسلمانوں نے اتنی بلند آواز سے تکبیر کہی کہ جو مکہ کی تمام گلیوں میں سنائی دی۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

قریش مکہ نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ آپ ﷺ کے بارے میں ابو طالب سے بات کی جائے کہ وہ اپنے بھتیجے کو منع کریں کہ وہ ہمارے بتوں کو برا نہ کہے اور دعوت توحید سے باز آئے۔ چنانچہ ایک وفد رؤسائے قریش پر مشتمل ابو طالب کے پاس آئے، جن میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، عاص بن ہشام، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور ابو سفیان وغیرہ شامل تھے۔ ان لوگوں نے ابو طالب سے کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہمارے آباء واجداد کو گمراہ کہتا ہے، ہم کو احمق ٹھہراتا ہے، اس لئے یا تو تم درمیان سے ہٹ جاؤ یا تم بھی میدان میں آؤ کہ دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔ ابو طالب نے دیکھا کہ اب حالت نازک ہوگئی ہے تو اپنے بھتیجے رحمۃ للعالمین ﷺ سے مختصر الفاظ میں کہا:

بیٹا! میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اُٹھا نہ سکوں۔

رحمۃ للعالمین ﷺ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا!

اے میرے چچا! اللہ کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر بھی رکھ دیں تو تب بھی میں اپنے کام (دعوت وتبلیغ)

سے باز نہیں آؤں گا، اللہ اس کام کو پورا کرے گا،

یا میں خود اس پر نثار ہو جاؤں گا۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کے چچا نے جب آپ ﷺ کا یہ پختہ عزم دیکھا تو فرمایا!

جا! کوئی شخص تیرا بال بیکا نہیں کر سکتا۔

(بحوالہ: سیرت ابن ہشامؒ)

☆ دعوت و تبلیغ کے مرکز کا قیام اور امن عالم

تین سال کی مسلسل تبلیغ کے بعد آپ ﷺ نے اشاعت اسلام کے کام کو نہایت منظم طریقے پر کرنے کے لئے ایک تبلیغی مرکز کا قیام ضروری سمجھا، اس مقصد کے لئے حضرت ارقم بن ابی ارقم کا مکان تجویز فرمایا۔ انہوں نے خوشی سے اپنا مکان پیش کر دیا، یہ مکان جو مسلمانوں کا سب سے پہلا تبلیغی مرکز بنا اور اس وجہ سے ''دارالسلام'' کے نام سے پکارا جاتا تھا، مکہ سے کچھ دور جنوب مشرق کی طرف کوہ صفا کے دامن میں اسی جگہ پر واقع تھا کہ جب حج کے سالانہ اجتماع میں لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے تو وہ اس مکان کے سامنے سے گزرا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس دارالسلام میں تین برس قیام فرمایا۔ اس دوران دارِ ارقم میں جس قدر اشخاص حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا نام بھی سابقون الاولون میں شمار ہوتا ہے۔ (بحوالہ: افہام الحدیث والفقہ والتاریخ)

الحمدللہ! اس تبلیغی مرکز میں ساری انسانیت کی فکر کی جانے لگی کہ کس طرح انسان شرک وکفر کی زندگی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی پر ایمان لے آئیں اور جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والے بن جائیں۔ اس مرکز میں ایمانیات کی دعوت، تعلیم و تعلّم (سیکھنا اور

سکھانا)، ذکر و عبادت اور خدمت کے اعمال ہوتے تھے اور یہی وہ اعمال ہیں جن کی بدولت سارا عالم نورِ اسلام سے منور ہوا اور امن و سلامتی کا گہوارہ بنا۔

☆ امن عالم کی محنت اور کفار و مشرکین کی ایذا رسانی

رحمۃ للعالمین، پیغمبرِ اسلام ﷺ میدانِ دعوت و تبلیغ میں مزید سرگرمِ عمل ہو گئے، حتی کہ آپ ﷺ عکاظ، مجنہ اور ذی المجاز میلوں میں جہاں دُور دُور سے لوگ آتے تھے، وہاں اُن کو توحید و رسالت کی دعوت دیتے تھے۔ یہی وہ دور تھا جس میں کفار نے حضرت یاسر رضی اللہ عنہٗ اور اُن کے بیٹے حضرت عمار رضی اللہ عنہٗ اور اُن کی اہلیہ محترمہ حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا (جو کہ اسلام میں پہلی شہیدہ ہیں)، حضرت بلال، حضرت خباب بن الارت اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو دِل گداز تکلیفیں دی گئیں اور خود رحمۃ للعالمین ﷺ کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی گئیں۔ آپ ﷺ کے راستوں میں کانٹے بچھائے گئے، گھر کے سامنے گندگی پھینکی، دورانِ نماز و سجدہ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر اونٹ کی غلاظت بھری اوجڑی ڈالی گئی۔ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) دیوانہ، شاعر، کاہن اور جادوگر کہا گیا اور آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازشیں کی گئیں۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

رحمۃ للعالمین ﷺ کو ذہنی تکلیف پہنچانے کے لئے ابولہب نے اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو زبردستی حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں، کیونکہ اِن کا نکاح حضورِ اقدس ﷺ کی بیٹیوں (حضرت رقیّہ اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے ہوا تھا، لیکن رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ بعد ازاں پیغمبرِ اسلام ﷺ کی یہ دونوں بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے نکاح میں آئیں۔

(بحوالہ: حکایاتِ صحابہؓ)

موسمِ حج آیا تو مشرکین نے ابولہب کی سربراہی میں پچیس سرداروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی، جس کا مقصد رحمۃ للعالمین، پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تکذیب تھا۔ انہوں نے مکہ میں داخل ہونے والے تمام راستوں پر اپنے آدمی مقرر کر دیئے کہ باہر سے آنے والے حجاج وزائرین کو بہکائیں، اُکسائیں اور کردار کشی والزام کشی کے ذریعے اِن لوگوں کو آپ ﷺ سے متنفر کریں، مگر آپ ﷺ نے اپنا کام جاری رکھا۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ موسم حج میں میدانِ عرفات میں کھڑے ہو جاتے اور فرماتے! کوئی آدمی مجھے اپنے ساتھ اپنی قوم کے پاس لے جائے کیونکہ قریش نے مجھے کلام اِلٰہی کی تبلیغ سے روک رکھا ہے۔ (ابوداؤد)

ابن اسحاقؒ بیان کرتے ہیں:

رحمۃ للعالمین ﷺ ایک دِن طواف کر رہے تھے کہ چند سردارانِ قبائل اسود بن اسد، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عاص بن سہمی نے پیغمبرِ اسلام ﷺ سے کہا کہ ہم مل جل کر ایک دوسرے کے معبودوں کی عبادت کیوں نہ کر لیا کریں ..... جس پر سورۃ الکافرون نازل ہوئی۔

جب اسی طرح اعلانیہ تبلیغ کو دو سال گزر گئے اور بعثت کو پانچ سال ہو گئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہجرت حبشہ کی اجازت دے دی۔ پہلا قافلہ 12 مردوں اور 4 عورتوں پر مشتمل تھا، جن میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ بھی تھے۔ اسی طرح دوسرا قافلہ 83 مردوں اور 18 عورتوں پر مشتمل تھا، جن میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی تھے، جن کا دربارِ نجاشی میں دیا گیا تاریخی خطبہ معروف ہے۔ (سیرت ابن ہشامؒ)

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین ﷺ کی شبانہ روز تبلیغی مساعی سے نورِ اسلام پھیلنے لگا اور صدائے اسلام مکہ سے نکل کر حبشہ تک جا پہنچی تو قریش مکہ بوکھلا گئے۔ ایذا رسانی کے تمام حربے ناکام ہوتے دیکھے تو کفارِ مکہ نے نیا ہتھکنڈہ تیار کیا اور مکہ کے مالدار سردار عتبہ کو آپ ﷺ کے

ساتھ مذاکرات کے لئے بھیجا۔ اُس نے کہا! اے میرے بھتیجے، اگر آپ (ﷺ) اپنی اس دعوت و تبلیغ والی محنت سے دولت سمیٹنا چاہتے ہیں تو ہم سارے ملک عرب کے اموال آپ (ﷺ) کے قدموں میں ڈھیر کرنے کے لئے تیار ہیں، اگر عزت اور نام ونمود کی طلب ہے تو ہم آپ ﷺ کو اپنا رئیس و سردار مان لیتے ہیں، اگر حکومت کی تمنا ہے تو ہم آپ ﷺ کو سارے ملک عرب کا بادشاہ بنا دیتے ہیں، بس یہ دعوت و تبلیغ کا کام چھوڑ دو اور یہ کہنا چھوڑ دو کہ ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں''۔ آپ ﷺ نے اِن تمام چیزوں کی نفی کرتے ہوئے سورہ حم سجدہ (حٰمٓ o تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ o) کی ابتدائی آٹھ آیات کی تلاوت کر کے اصل حقیقت واضح کر دی۔ عتبہ یہ سب سن کر واپس لوٹا تو سردارانِ قریش کو جا کر کہا کہ میں وہ کلام سن کر آیا ہوں جو نہ شعر ہے، نہ جادو ہے اور نہ منتر ہے تو وہ کہنے لگے، لو عتبہ پر بھی اِس کا جادو چل گیا۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

الحمدللہ! نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما مسلمان ہو گئے، نمازیں چھپ کر پڑھنے کی بجائے بیت اللہ میں ادا ہونے لگیں۔ نبوت کے ساتویں سال ماہ محرم میں مشرکین مکہ نے بنی ہاشم سے مکمل سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ اور آپ ﷺ کے قبیلے کے ساتھ خرید و فروخت، لین دین، اُٹھنا بیٹھنا ترک کر دیا۔ بنی ہاشم ناچار شعبِ ابی طالب میں محصور ہو گئے، یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا۔ اس معاہدہ کی تحریر بابِ کعبہ میں لٹکا دی۔ چنانچہ قریش نے یہ معاہدہ لکھا:

(1) اگر بنی ہاشم محمد (ﷺ) کو قتل کے لئے حوالے نہ کریں تو ان کا مکمل مقاطعہ کیا جائے۔

(2) ان کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کیے جائیں۔

(3) ان کے ہاتھ خرید و فروخت بند کی جائے۔

(4) ان کے پاس کھانے پینے کا سامان نہ جائے۔

(5) ان کے ساتھ کوئی قوم رابطہ نہ رکھے۔

(6) ہر قسم کے معاشرتی تعلقات ان سے منقطع کر لئے جائیں۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام از معین الدین ندویؒ)

شعب ابی طالب کا سارا عرصہ بڑی مشکل کا وقت تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ کا بیان ہے کہ ایک رات چلتے ہوئے کوئی چیز میرے پاؤں کو لگی تو میں نے بھوک کے مارے فوراً پکڑ کر نگل لی اور مجھے معلوم تک نہیں کہ وہ کیا چیز تھی.......؟ فرماتے ہیں کہ ایک رات میرے ہاتھ اونٹ کا سوکھا ہوا چمڑہ لگ گیا، میں نے اُسے دھویا، آگ پر بھونا اور پانی میں بھگو کر تین دِن تک کھایا۔ ایسی تکالیف اور مشکلات کے باوجود بنی ہاشم حق پر جمے رہے، ادھر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بابِ کعبہ میں لٹکائے ہوئے معاہدے کو دیمک چاٹ گئی صرف اللہ تعالیٰ کا نام باقی رہ گیا۔ قریش نے خود ہی اس معاہدے کو ختم کر دیا۔ اس طرح نبوت کے دسویں سال ماہ محرم میں یہ قبیلہ شعب ابی طالب سے نکل آیا۔ (بخاری شریف)

اس بائیکاٹ کو ختم ہوئے ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ کے شفیق چچا ابو طالب وفات پا گئے۔ ابو طالب کی وفات کے صرف دو ماہ بعد ہی اور بعض کے نزدیک تین دِن بعد رحمۃ للعالمین ﷺ کی جلیل القدر زوجہ مطہرہ اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔ وفات کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر پینسٹھ سال اور آپ ﷺ کی عمر مبارک پچاس برس تھی۔ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں، رحمۃ للعالمین ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ ابو طالب اور اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ کو اس قدر صدمہ اور غم ہوا کہ اس سال کا نام ہی "عام الحزن" غم کا سال رکھ دیا گیا۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

سارے عالم کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنانے کے لئے رحمۃ للعالمین ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو طرح طرح کی تکلیفیں اور مشقتیں اُٹھانی پڑیں۔دعوت وتبلیغ کی اس مبارک محنت کے بدلہ میں آپ ﷺ نے کفار ومشرکین کی تمام پیشکشوں کو ٹھکرا دیا کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول تھے،داعی کی نظر صرف اپنے خالق ومالک کی طرف ہوتی ہے اور وہ ہر کام اپنے ربّ کی رضا وخوشنودی کے لئے کرتا ہے،اس لئے آپ ﷺ نے دولت، سرداری اور حکومت کے عہدوں کو ٹھکراتے ہوئے اپنے کام (دعوت وتبلیغ) کو سب پر ترجیح دی۔

☆ امن عالم کی محنت کا تیسرا مرحلہ

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ نے باہر کے علاقوں میں بھی دعوت وتبلیغ کا آغاز کر دیا، جسے مکی زندگی میں آپ ﷺ کی تبلیغ اسلام کا تیسرا مرحلہ کہا جاتا ہے اور یہ مرحلہ ہجرت تک جاتا ہے۔بیرون مکہ دعوت وتبلیغ کی غرض سے رحمۃ للعالمین ﷺ نے ماہ شوال میں طائف کا رُخ فرمایا۔اس سفر میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہٗ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔رحمۃ للعالمین ﷺ راستے میں آنے والے تمام قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے گئے،مگر کسی نے بھی قبول نہ کیا۔آخر پچاس، ساٹھ میل کی مسافت پیدل طے کر کے آپ ﷺ طائف پہنچے۔بنی ثقیف کے سرداروں عبد یا لیل،مسعود اور حبیب کو جمع کیا جو کہ سگے بھائی اور عمر بن عمیر ثقفی کے بیٹے تھے،انہیں اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے قبول نہ کی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ دس دن تک طائف میں رُکے رہے۔اُن لوگوں نے اسلام قبول کرنے کی بجائے آپ ﷺ کو شہر سے نکال دیا اور شریر بچوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا کہ آپ ﷺ کا مذاق اُڑائیں،تالیاں پیٹیں، پتھر مارے،حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دونوں جوتے خون جاری ہونے سے رنگین ہوگئے۔یہ شریر آپ ﷺ کو پتھر مارتے،شہر سے تین میل باہر تک چھوڑ

گئے۔ طائف سے تین میل باہر ربیعہ کے بیٹوں .... عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا۔ آپ ﷺ زخموں سے نڈھال باغ میں تشریف لے گئے۔ عتبہ اور شیبہ نے جب آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے غلام جس کا نام عدّاس تھا اور وہ عیسائی تھا، کو انگور دے کر آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ کی گفتگو جو عدّاس کے ساتھ ہوئی، اُسے ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے:

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ: بسم اللہ پڑھ کر انگور تناول فرمانے لگے۔

عدّاس: یہ کلمہ (بسم اللہ) تو یہاں کے لوگ نہیں پڑھتے۔

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ: تیرا کیا نام ہے؟ اور تو کہاں کا رہنے والا ہے؟

عدّاس: میرا نام عدّاس ہے اور میں نینوا کا رہنے والا ہوں۔

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ: جہاں کا یونسؑ بن متی تھا؟

عدّاس: آپ (ﷺ) کو کیسے معلوم ہے؟

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ: وہ (یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی میرا بھائی پیغمبر تھا..... اور میں (محمد ﷺ) بھی اللہ کا رسول ہوں۔

عدّاس: آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔

اُدھر عتبہ اور شیبہ دیکھ رہے تھے، جب عدّاس اُن کے پاس آیا تو وہ کہنے لگے کہ تم اُسے (رحمۃ للعالمین ﷺ) کو کیوں چوم رہے تھے؟ اس نے کہا کہ اِس وقت کرہ ارض پر اِن سے بہتر کوئی شخص نہیں، آپ (ﷺ) نے مجھے ایسی بات بتائی ہے، جو کوئی نبی ہی بتا سکتا ہے، تو انہوں نے اُسے ڈانٹ دیا اور کہا کہ تمہارا دین اُس کے دین سے بہتر ہے، کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا۔

(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

صحیح بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ جب آپ ﷺ مکہ سے آتے ہوئے قرن الثعالب (موجودہ نام قرن المنازل) پہنچے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم کا رویّہ دیکھ لیا ہے اور جو جواب اُنہوں نے دیا ہے، وہ بھی سن لیا ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ﷺ اسے حکم دیں گے تعمیل ہوگی، اور اتنے میں پہاڑوں کے فرشتے نے کہا! اگر آپ ﷺ حکم دیں تو اِن دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور ان لوگوں کو ختم کر دوں (جنہوں نے آپ ﷺ کا یہ حال کیا ہے)۔لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا! مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ ان لوگوں کی نسلوں سے ایسے لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

اسی راستہ میں وادی نخلہ بھی پڑتی ہے۔واپسی پر رحمۃ للعالمین ﷺ نے وہاں بھی چند دِن قیام فرمایا اور اسی قیام کے دوران جنات نے آپ ﷺ سے قرآن حکیم سُنا اور ایمان لائے۔جیسا کہ سورۃ احقاف کی آیات 29 تا 31 اور سورۃ جن کی آیتِ مبارکہ **قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ** میں مذکور ہے۔اس طویل سفر میں کوئی آدمی مسلمان نہ ہوا، صرف عدّاس نے نبوت کو تسلیم کیا، مگر وہ بھی عتبہ اور شیبہ کے ہاتھوں دب گیا۔ماہ ذی القعدہ میں آپ ﷺ واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور موسم حج پر رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ نے دُور دراز سے آنے والے قبائل و افراد کو اسلام کی دعوت دی۔

(بحوالہ: طبقات ابن سعدؒ)

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہر چیز سے زیادہ محبوب تھا۔آپ ﷺ کے قلب اطہر میں اس بات کی بہت

زیادہ فکر تھی کہ تمام لوگوں کو ہدایت مل جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو جائیں اور جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والے بن جائیں ۔اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے دعوت کے ذریعہ مخلوق کو خالق کے ساتھ جوڑنے کے لئے زبردست محنت فرمائی ۔

رحمۃ للعالمین ،حضور اقدس ﷺ نے جن صحابہ رضی اللہ عنہم کو دعوت دی اور مختلف جگہوں پر بنفس نفیس خود تشریف لے گئے ،برکت کے طور پر چند واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہٗ نے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہٗ سے پوچھا کہ آپ کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام لانے میں آپ کا چوتھا نمبر ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو سراسر گمراہی پر سمجھتا تھا اور بُت میرے خیال میں کوئی چیز نہ تھے ۔پھر میں نے ایک آدمی کے بارے میں سُنا کہ وہ مکہ میں (غیب کی) خبریں بتلاتا ہے اور نئی نئی باتیں بیان کرتا ہے ۔چنانچہ میں اُونٹنی پر سوار ہو کر فوراً مکہ پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ رحمۃ للعالمین ،حضور اقدس ﷺ چھپ کر رہتے ہیں اور آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو تکلیف دینے کے درپے ہے اور بہت بے باک ہے اور میں بڑی حیلہ جوئی کے بعد آپ ﷺ تک پہنچا اور میں نے عرض کیا ،آپ (ﷺ) کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا نبی (ﷺ) ہوں ۔میں نے عرض کیا ،اللہ کا نبی کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے کو ۔پھر میں نے عرض کیا ،کیا واقعی اللہ نے آپ ﷺ کو پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ،ہاں ۔میں نے عرض کیا ،اللہ نے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کیا جائے ، اور بتوں کو توڑ دیا جائے ،اور صلہ رحمی کی جائے یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا جائے ۔ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ،اِس دین کے معاملے میں آپ ﷺ کے ساتھ

کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام۔ میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر بن ابی قُحافہ اور حضرت ابو بکرؓ کے غلام حضرت بلالؓ تھے۔ میں نے عرض کیا، میں آپ ﷺ کا اتباع کرنا چاہتا ہوں، یعنی اسلام کو ظاہر کر کے یہاں مکہ میں آپ ﷺ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! فی الحال تمہارا میرے ساتھ رہنا تمہاری طاقت سے باہر ہے، اس لئے اب تم اپنے گھر چلے جاؤ اور جب تم سُنو کہ مجھے غلبہ ہو گیا تو میرے پاس چلے آنا۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہو کر میں اپنے گھر واپس آ گیا اور حضور اقدس ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے، میں آپ ﷺ کی خبریں اور حالات معلوم کرتا رہتا تھا، یہاں تک کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ مکی آدمی جو مکہ سے تمہارے ہاں آیا ہے اُس کا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ان کی قوم نے ان کو قتل کرنا چاہا لیکن نہ کر سکے اور نصرتِ الٰہی ان کے اور قوم کے درمیان رکاوٹ بن گئی اور ہم لوگوں کو اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ سب آپ ﷺ کی طرف لپک رہے ہیں۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ مجھ کو پہچانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، کیا تم وہی نہیں ہو جو مکہ میں میرے پاس آئے تھے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، میں وہی ہوں۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سکھایا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں، اس میں سے کچھ آپ ﷺ مجھے سکھا دیں۔ اس کے بعد حدیث کا کافی حصہ ابھی باقی تھا۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

حضرت مِقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حَکم بن کیسان کو گرفتار

کیا تو ہماری جماعت کے امیر نے اُن کی گردن اُڑانے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کی کہ آپؓ اسے رہنے دیں، ہم اسے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لے جائیں گے۔ چنانچہ ہم انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اِن کو اسلام کی دعوت دینے لگے اور دیر تک دعوت دیتے رہے۔ جب زیادہ دیر ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ اس سے کس اُمید پر بات کر رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ کبھی بھی مسلمان نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں تا کہ یہ جہنم رسید ہو جائے، لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور اسے مسلسل دعوت دیتے رہے، یہاں تک کہ حکم بن کیسان مسلمان ہوگئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جونہی میں نے اُن کو مسلمان ہوتے ہوئے دیکھا تو اگلے پچھلے تمام خیالات نے مجھے گھیر لیا اور میں نے اپنے دِل میں کہا کہ جس بات کو حضور اقدس ﷺ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، میں اس بات میں کیسے جسارت کر بیٹھا ہوں؟ پھر میں نے یہ سوچا کہ میں نے اللہ اور اُس کے سچے رسول ﷺ کی خیر خواہی میں بات کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت حکم مسلمان ہوئے اور بہت اچھے مسلمان بنے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے رہے، یہاں تک کہ بیر مَعونہ کے موقع پر شہادت کا مرتبہ پایا اور حضور اقدس ﷺ اُن سے راضی تھے اور وہ جنت میں داخل ہوئے۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو اس بات کی بہت زیادہ فکر تھی کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں اور جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والے بن جائیں۔ حضرت زُہری کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ حضرت حکم نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے

فرمایا کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی گواہی دو کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں ۔اِس پر حضرت حکم نے کہا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ۔آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اگر میں اس کے بارے میں ابھی تمہاری بات مان کر اسے قتل کر دیتا تو یہ دوزخ میں چلا جاتا ۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

❁ بنی مالک بن کنانہ کا ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ میں نے رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ کو بازار ذی المجاز میں پھرتے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ دعوت دے رہے تھے:

اے لوگو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے ۔

وہ صاحب کہتے ہیں کہ ابو جہل آپ ﷺ پر مٹی پھینکتا اور لوگوں کو کہتا کہ اپنا خیال رکھنا، یہ آدمی تمہیں تمہارے دین سے ہٹا نہ دے ۔یہ تو چاہتا ہے کہ تم اپنے خداؤں کو اور لات وعزیٰ کو چھوڑ دو، لیکن رحمۃ للعالمین ،حضور اقدس ﷺ اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے ۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

❁ رحمۃ للعالمین ،حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا کہ اطمینان سے چلتے رہو، یہاں تک کہ ان کے میدان میں پہنچ جاؤ، پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور اللہ تعالیٰ کے جو حق ان پر واجب ہیں، وہ ان کو بتاؤ ۔اللہ کی قسم تمہارے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دے، یہ تمہارے لئے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ مل جائیں ۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

❁ حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ قبیلہ بنی حنیفہ کے پاس ان کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دی ، اپنے آپ ﷺ کو ان پر پیش کیا لیکن عربوں میں

سے کسی نے آپ ﷺ کی دعوت کو ان سے زیادہ بُرے طریقے سے نہیں ٹھکرایا۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

حضرت حارث بن حارث غامدی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے، میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ مجمع کیسا ہے؟ انہوں نے کہا یہ سب ایک آدمی (حضور اقدس ﷺ) کی وجہ سے جمع ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے گردن اونچی کر کے دیکھا تو نظر آیا کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دے رہے ہیں اور لوگ آپ ﷺ کی بات کا انکار کر رہے ہیں۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہٗ کو بنو حارث بن کعب کے پاس نجران بھیجا اور ان سے فرمایا کہ قبیلہ بنو حارث سے لڑنے سے پہلے ان کو تین دِن اسلام کی دعوت دینا پھر اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو تم بھی ان کے اسلام لانے کو تسلیم کر لینا اور اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر تم ان سے لڑائی کرنا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہٗ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور قبیلہ بنو حارث کے پاس پہنچ گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہٗ نے ہر طرف سواروں کو گشت کے لئے بھیج دیا، جو یہ کہتے ہوئے اسلام کی دعوت دے رہے تھے:

اَیُّهَا النَّاسُ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا

ترجمہ: اے لوگو! اسلام لے آؤ سلامتی پا لو گے۔

چنانچہ وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی مبارک محنت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اسلام میں داخل ہوئے اور انہوں نے بھی رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ والی دعوت و تبلیغ کی

محنت کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور اپنی جان و مال کو اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے لگایا، جس کی وجہ سے سارا عالم امن و سلامی کا گہوارہ بنا۔

☆ امن عالم کی محنت اور انعام ربانی

جب کفار و مشرکین کی طرف سے رحمۃ للعالمین ﷺ کو دیئے جانے والے مصائب اور تکالیف کی حد ہوگئی تو میدانِ دعوت و تبلیغ میں لگنے والے ذہنی و جسمانی زخموں کو مندمل کرنے اور آپ ﷺ کی دِل جمعی و حوصلہ افزائی کے لئے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ایک ایسی عظیم الشان و مبارک سیاحت کا انتظام فرمایا جو نہ صرف ایک سیاحت و زیارت تھی بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کے نبی و رسول برحق ہونے پر دلالت کرنے والے کثیر معجزات میں سے ایک عظیم الشان معجزہ بھی تھی، جو قرآن و سنّت اور کتب تاریخ و سیرت میں اسراء و معراج کے نام سے معروف ہے۔ یہ معجزہ، نبوت کے بارھویں سال ماہ رجب کی ستائیس تاریخ اور بدھ کی رات کو پیش آیا جبکہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی عمر مبارک باون سال ہو چکی تھی۔ (بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

الحمدللہ! عالم ملکوت کے اس سفر پر روانگی سے پہلے آپ ﷺ کی شایانِ شان تیاری کرائی گئی۔ آغاز سفر سے قبل بیت اللہ شریف کے پہلو میں ملائکہ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا، قلب اطہر کو نکال کر سونے کے ایک طشت میں رکھا، اور اُسے آبِ زم زم سے دھونے اور اس میں ایمان و حکمت بھرنے کے بعد اسے واپس اسی جگہ پر رکھ دیا، پھر آپ ﷺ کی سواری کے لئے براق لایا گیا، جس کا ہر قدم اتنی دُور پڑتا تھا جہاں تک نظر جا سکتی ہے۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے، وہاں امام الانبیاء، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (صحیح بخاری و مسلم شریف)

حدیث مبارکہ کی رُو سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ بیت اللہ سے بیت المقدس تک کے اس سفر کو اسراء کہا جاتا ہے، جس کا ذکر پندرھویں پارے کی پہلی آیت میں موجود ہے۔ بیت المقدس سے آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیّت میں آسمانوں کی طرف لے جائے گئے۔ پہلے، دوسرے حتیٰ کہ ساتویں آسمان اور اس سے بھی آگے سدرۃ المنتہیٰ تک گئے اور پھر اس سے بھی آگے لے جا کر قربِ الٰہی اور شرفِ کلامی و مناجات سے نوازے گئے۔ (مسندِ احمد)

الحمد للہ! تمام عبادات تو بذریعہ وحی فرض کی گئیں، مگر نماز پنجگانہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ آسمانوں سے بھی اوپر بلا واسطہ فرض کی گئیں اور یہ اس سفرِ معراج کا تحفہ ہیں۔ بیت المقدس سے لے کر آسمانوں کے اس سفر کو ہی معراج کہا جاتا ہے، جس کا ذکر قرآن حکیم کی سورہ نجم میں موجود ہے۔ اس سفر میں آپ ﷺ نے جنت و دوزخ بھی دیکھے اور اہل عذاب کے مختلف گروہ بھی دیکھے۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

اہل مکہ رحمۃ للعالمین، پیغمبرِ اسلام ﷺ پر نہ صرف ایمان لانے کو تیار تھے بلکہ آپ ﷺ کو ایذا دینے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ارد گرد قبائل بھی اسلام کی طرف رغبت کا اظہار نہ کر رہے تھے۔ معراج کا یہ واقعہ جس غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا، اس کے چند پہلو حسبِ ذیل تحریر کیے جاتے ہیں۔

- اس واقعہ نے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو براہِ راست مشاہدہ کے ذریعے ایمان کے جس درجے پر پہنچا دیا تھا، اُس کی وجہ سے پورے اعتماد کے ساتھ کفر کو چیلنج کرتے تھے کیونکہ یقین کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ سے ہی سب کچھ ہوتا ہے، سارے غیروں سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات و استقامت کی موجودگی میں دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

- اس واقعہ نے اخلاقی مقاصد کے انجام بد کا مشاہدہ کروا کر مستقبل میں قائم ہونے والے اسلامی معاشرے کی اخلاقی قدریں متعین کر دیں۔
- فلسطین کی مقدس سر زمین طور سینا اور بیت المقدس کی سیر سے حق و باطل کی ازلی جدوجہد کی تاریخ آپ ﷺ کے سامنے آ گئی اور صرف ایک سال بعد یہودیوں اور عیسائیوں سے معاملہ ہونے والا تھا، آپ ﷺ اس کے لئے ذہنی طور پر بالکل تیار ہو گئے۔
- مراحل سفر میں آپ ﷺ کو یثرب کا مشاہدہ بھی کروایا گیا اور ہجرت کی دُعا بھی سکھائی گئی، جس کا مطلب یہ تھا کہ مکہ کا معاشرہ قبول حق کی صلاحیت سے خالی ہو گیا ہے تو دوسرے مرکز سے اس محنت کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔
- واقعہ اسریٰ کے حوالے سے جو قرآن حکیم (سورہ بنی اسرائیل) میں نازل ہوئی، اس میں اسلام کے معاشرتی، معاشی اور قانونی نظام کے خدوخال واضح کیے گئے ہیں، مثلاً والدین کے حقوق کی تلقین، بخل اور فضول خرچی کی ممانعت، قتل اور زنا کی مذمت، قتل عمد اور انتقام کی مذموم رسموں کی بندش، یتیموں کے حقوق کی حفاظت، عہد و پیمان کی حفاظت اور ناپ تول درست رکھنے کی ہدایت وغیرہ۔
- سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات میں ایسی جامع دُعا سکھا دی گئی جو مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا باعث ہے نیز نماز کی فرضیت سے اللہ اور بندے کے درمیان تعلق اور مضبوط بنا دیا گیا۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

☆ بیعتِ عقبہ اولیٰ اور امن عالم

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ہجرتِ مدینہ سے قبل 12 نبوی میں 12 آدمی مدینہ سے حج کے لئے آئے اور ساتھ ہی یہ نیت بھی تھی کہ پیغمبر اسلام،

حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر سکیں۔انہوں نے عقبہ کے مقام پر یہ سعادت حاصل کی ۔اس بیعت کو عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے۔حضور اقدس ﷺ نے ان سے پانچ چیزوں پر بیعت لی۔

(1) وہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی پرستش کریں گے۔

(2) وہ چوری اور زنا کاری سے باز رہیں گے۔

(3) اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔

(4) جھوٹی تہمت اور غیبت سے پرہیز کریں گے۔

(5) اللہ کے آخری نبی ﷺ کی اطاعت کریں گے۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام .... عہد رسالت وخلافت راشدہ)

☆ بیعتِ عقبہ ثانی اور امن عالم

الحمدللہ! 13 نبوی میں 73 مرد اور 2 عورتوں پر مشتمل ایک وفد مدینہ سے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی ۔ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہٗ نے سوال کیا، یا رسول اللہ! اگر ہم عہد پر پورا اُتریں اور استقامت کے ساتھ اپنی بیعت پر قائم رہیں تو ہمیں کیا ملے گا؟ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! ''جنت'' سب نے بیک زبان کہا، یہ معاوضہ ہمیں منظور ہے۔ انصار نے ایک اور شرط بھی آپ ﷺ سے منوائی اور وہ یہ تھی کہ جب اللہ تعالیٰ حق کو فتح عطا فرمائے تو آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر واپس مکہ نہیں چلے آئیں گے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

رحمۃ للعالمین ﷺ نے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے 12 ذمہ داروں کو مقرر فرمایا، جن میں سے 3 بنو اوس میں سے اور 9 بنو خزرج میں تھے۔

بیعت عقبہ ثانی کے بعد شرک کے علمبرداروں نے حق کو مٹانے کے لئے پورا زور لگا دیا۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے بھی اپنے ساتھیوں کو مدینہ منورہ چلے جانے کا حکم دے دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین ایک ایک کر کے مکہ چھوڑنے لگے۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

الحمد للہ ! رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ نے اہل مدینہ کی درخواست پر اپنے ایک جانثار صحابی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ' کو معلم کے طور پر ان کے ساتھ بھجوایا، انہوں نے دعوت والے کام کو اس طرح کیا جیسے کسان اپنی کھیتی کے لئے محنت کرتا ہے۔ وہ اسعد بن زرارہ کے مہمان تھے، جو ایک ممتاز شخصیت تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ' روزانہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ملاقاتیں کرتے، گشتیں کرتے، اہل مدینہ کے پاس خود چل کر جاتے، لوگوں کو اسلام کی بلند پایہ تعلیمات پیش فرماتے اور قبول اسلام کی دعوت دیتے۔ ان کی کوششوں سے تقریباً تمام قبائل میں اسلام پھیل گیا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں بنو اوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ' اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ' شامل تھے، جن کے قبول اسلام کی بدولت بنو اوس کی اکثریت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام و عہد رسالت و خلافت راشدہ)

باب نمبر 8

رحمۃ للعالمین ﷺ کا مدنی دَور اور امن عالم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کی ہجرتِ مدینہ اور امن عالم

ہجرت مدینہ طیبہ کا حکم ملنے کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہجرت کر گئے، سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ اور بعض مجبور مسلمانوں کے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا! جلدی نہ کرو، مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے بھی ہجرت کی اجازت ملنے والی ہے۔(بخاری شریف)

سیرت ابن ہشامؒ میں لکھا ہے:

جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کسی کو ساتھی بنا دے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ یہی آرزو رکھتے تھے کی آپ ﷺ ہی میرے ساتھی بنیں۔ اس طرح انہیں شرفِ رفاقت بخشنے کے لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے انہیں روک لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ

کو حکم ملا کہ میرے پاس لوگوں کی جو امانتیں ہیں وہ واپس کر کے آجانا۔ اُدھر قریش مکہ پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ مدینہ میں مسلمانوں کی جمعیت بن رہی ہے، اگر محمد (ﷺ) بھی اُن سے جا ملے تو پانی سر سے گزر جائے گا''۔ (سیرت ابن ہشامؒ)

کفارِ مکہ نے قصی بن کلاب کے گھر جو اُن کا ''**دارالندوہ**'' (پارلیمنٹ ہاؤس) تھا، جمع ہو کر مشورہ کیا، جس میں کسی نے کہا کہ آپ ﷺ کو زنجیروں میں جکڑ کر کسی کال کوٹھری میں ڈال دیا جائے، کسی نے کہا کہ ملک بدر کر دیا جائے۔ ابو جہل نے کہا کہ تمام قبیلوں کا ایک ایک نوجوان مسلح ہو کر اُن کے گھر کا گھیراؤ کر لے، صبح جونہی نکلیں تو ایک ہی وار سے اِن کا کام تمام کر دیں، اس طرح اِن کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا اور دیت دے کر سب کی جان چھوٹ جائے گی۔ شیطان لعین جو ایک بوڑھے آدمی کے بھیس میں وہاں شریکِ مجلس تھا، اس نے اسی رائے کو پسند کیا اور بات طے ہو گئی۔

(سیرت ابن ہشامؒ)

اسی سازشِ قتل کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے!

ترجمہ: اور جس وقت کافر لوگ تدبیریں کر رہے تھے، کہ آپ ﷺ کو باندھ دیں یا قتل کر دیں یا ملک بدر کر دیں، وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کر رہا تھا، جبکہ اللہ تعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

(سورۃ الانفال:۳۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنے لاڈلے حبیب، رحمۃ للعالمین ﷺ کو ان کی سازش کی خبر دے دی اور حکم فرمایا کہ آج رات اپنے گھر نہ سونا، آپ ﷺ خلافِ عادت دوپہر کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے گھر گئے، ہجرت کی اجازت اور انہیں اپنا رفیقِ سفر کی خوشخبری دی، تو آپؓ اس عظیم سعادت پر خوشی سے رو پڑے۔ حضرت عائشہ

اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما زادِ راہ کی تیاری میں لگ گئیں۔ جس رات آپ ﷺ کے قتل کا پروگرام تھا، آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو وہ سبز حضرمی چادر عنایت فرمائی، جسے اوڑھ کر آپ ﷺ سویا کرتے تھے اور فرمایا یہ چادر لے کر میرے بستر پر سونا، دشمنوں کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ (سیرت ابن ہشامؒ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ خود دروازہ روک کر کھڑے دشمنوں کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے گھر سے نکل گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ عازمِ مدینہ ہوئے اور یہ روانگی یکم ربیع الاوّل بمطابق 13/ ستمبر **622**ء بروز پیر سحری کے وقت ہوئی۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی پیدائش، بعثت، ہجرت، دخولِ مدینہ اور وفات پیر کے دِن ہوئی تھی۔ (مسند احمد)

الحمدللہ! دورانِ سفر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کبھی آپ ﷺ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے، کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا! ابو بکر کیا بات ہے، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا! اے اللہ کے رسول ﷺ جب پیچھا کرنے والوں کا خیال آجاتا ہے تو پیچھے ہو جاتا ہوں اور جب یہ خیال آتا ہے کہ کوئی آگے گھات لگا کر نہ بیٹھا ہو تو آگے ہو جاتا ہوں اور اسی طرح دائیں بائیں بھی چلتا ہوں کہ خدانخواستہ کوئی دشمن وار کرے تو مجھ پر ہو، اور آپ ﷺ سلامت رہیں۔ (بیہقی)

ہجرت کے اس سفر کے دوران آپ ﷺ نے ایسی حکمتِ عملی اپنائی کہ مدینہ طیبہ کے عام راستے کی بجائے آپ ﷺ نے اُلٹے رُخ کی طرف سفر شروع فرمایا اور مکہ مکرمہ سے تقریباً چار میل دُور جا کر غارِ ثور میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے تین دِن اس غار میں قیام فرمایا۔ (بحوالہ: سیرت امام الانبیا ﷺ)

یہ واقعاتِ سفر بیان کرنے کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں!

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ صرف اس رات کی ابو بکرؓ کی نیکیاں سارے خاندانِ عمرؓ کی کل نیکیوں سے بھی زیادہ ہیں۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا بیان ہے کہ اگر اُن (کفار) میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لیتا تو ہمیں پا لیتا اور قسم اُٹھا کر فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا تو کوئی خطرہ نہیں، مجھے ڈر ہے تو صرف یہ کہیں آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا!

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

''ڈریں نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے''

اور فرمایا!

اے ابو بکر! تمہارا اُن دو ساتھیوں کے بارے میں کیا خیال ہے، جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہو۔

(بخاری و مسلم شریف)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سفر ہجرت کے دوران تین دِن غارِ ثور میں ٹھہرے اور جب قریش مکہ کا جوشِ تلاش ٹھنڈا ہوا تو حسب پروگرام راستوں کا ماہر حضرت عبداللہ بن اُریقط دو سواریاں لایا، جن پر رحمۃ للعالمین ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سوار ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

اِدھر کفارِ مکہ نے اس انعام کا اعلان کر دیا کہ جو شخص آپ (ﷺ) کو پکڑ کر لے آئے گا، اُسے ایک سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ اس انعام کے لالچ میں کئی لوگ اُٹھے۔ اُنہی میں ایک سراقہ بن مالک بھی تھے، جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ سراقہ بن مالک کا بیان بخاری و مسلم میں اس طرح سے ہے:

''جب میں تلاش کرتا ہوا اُن کے قریب پہنچ گیا تو میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، اور میں گر پڑا۔ پھر اُٹھا اور سوار ہوا، گھوڑے کو ایڑی لگائی اور جب اُن کے قریب پہنچا تو اُس کی اگلی دونوں ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں۔ بڑی مشکل سے زمین سے نکلا تو میں نے دیکھا کہ جہاں وہ دھنسا تھا، وہاں کوئی گڑھا نہیں تھا، صرف ایک دُھواں سا وہاں سے نکلا اور آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ تو میں سمجھ گیا کہ حضرت محمد ﷺ نبی برحق ہیں لہٰذا میں نے اُنہیں آواز دے کر پناہ طلب کی تو آپ ﷺ رُک گئے۔ میں نے سارا ماجرا سنایا اور زادِ راہ اُنہیں پیش کیا مگر آپ ﷺ نے کچھ نہ لیا، صرف اتنا فرمایا! ہمارے بارے میں پوچھنے اور ہمیں تلاش کرنے والوں کو اِدھر نہ آنے دو۔ پھر میں نے **"امن نامہ"** طلب کیا تو آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ مولیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہٗ سے لکھوا کر مجھے عطا کر دیا، میں واپس ہو گیا اور دوسرے تعاقب میں جانے والے لوگوں کو اُدھر جانے سے یہ کہہ کر روکتا کہ اب اِدھر جانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ میں کافی دُور تک ہو آیا ہوں۔ اس طرح وہ سراقہ بن مالک جو جان کے پیاسے تھے، شام کو جاں نثار بن کر لوٹے''۔

(سیرت ابن ہشامؒ)

الحمد للہ! مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے رحمۃ للعالمین ﷺ 8 ربیع الاوّل 13 نبوت بروز پیر کو قباء پہنچے اور وہاں قیام فرمایا۔ قباء میں آپ ﷺ نے مسجدِ قباء کی بنیا د رکھی جو اسلام میں سب سے پہلی مسجد تعمیر ہوئی۔ قیام قباء کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ 12 ربیع الاوّل 1ھ ہجری بروز جمعہ سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے، تو جمعہ کا وقت ہو گیا۔

آپ ﷺ نے وہیں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا (یہ مسجد بھی مسجد جمعہ کے نام سے معروف ہے)۔ آپ ﷺ نماز جمعہ کے بعد اُسی دِن مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ (بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

اہل مدینہ نے شہر سے باہر آکر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا پُر جوش استقبال کیا اور آپ ﷺ کی آمد پر جی بھر کر اظہارِ مسرت کیا۔ اب انصارِ مدینہ میں سے ہر صحابیؓ کی یہ خواہش تھی کہ میزبانی کا شرف مجھے نصیب ہو اور جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑتے ہیں تو آپ ﷺ نے معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو، یہ وہیں بیٹھے گی جہاں اسے حکمِ الٰہی ہوگا اور وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہٗ کے دروازے کے پاس جا بیٹھی اور شرفِ ضیافت انہی کے حصے آیا۔ (بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

حضرت سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہٗ کو مدینہ منورہ میں میزبان رسول ﷺ کی سعادت نصیب ہوئی۔ اِن کے بارے میں لکھا ہے کہ آپؓ کے آباء و اجداد رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی محبت میں مدینہ منورہ آباد ہو گئے تھے.... برکت کے لئے اِس واقعہ کو تحریر کرتا ہوں:

ایک روایت میں ہے کہ جب **تبع** شاہِ یمن مدینہ منورہ سے گزرا تو **400** علماءِ تو رات اس کے ہمراہ تھے۔ ان علماء کرام نے بادشاہ سے درخواست کی کہ انہیں اس سرزمین پاک میں رہ جانے کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ نے اس کا سبب دریافت کیا، جس پر علماء نے کہا! ہم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں پڑھا ہے کہ نبی آخرالزمان، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کا دارالہجرت یہ شہر ہوگا۔ بادشاہ نے نہ صرف انہیں وہاں قیام کی اجازت دے دی، بلکہ ان سب کے لئے مکانات تعمیر کرائے، ان کے

نکاح کرائے اور گزر اوقات کے لئے مال و دولت بھی دیا اور حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے لئے بھی ایک عالیشان گھر تعمیر کرایا اور آپ ﷺ کے نام ایک خط لکھا، جس میں اپنے اسلام اور اشتیاقِ دیدار کا ان الفاظ میں اظہار کیا:

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِئِ النَّسَمِ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت احمد ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں''

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِهٖ

لَكُنْتُ وَزِیْرًا لَّهٗ وَابْنَ عَمٍّ

''اگر میری عمر نے وفا کی اور آپ (ﷺ) کی آمد تک خدا نے زندگی بخشی

تو میں ان کا معین و مددگار بنوں گا''

وَجَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ اَعْدَاءَهٗ

وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ غَمٍّ

''اور ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم دور کردوں گا''

(بحوالہ: عشق نبوی ﷺ ایمان افروز واقعات)

بادشاہ نے اس خط کو سربمہر کر کے ایک عالم کے سپرد کر دیا اور وصیت کی کہ اگر تم نبی آخر الزمان ﷺ کو پاؤ تو میرا یہ عریضہ آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دینا، بصورتِ دیگر یہ خط اپنی اولاد کے حوالے کر کے یہی وصیت کر دینا، چنانچہ وہ خط نسل در نسل چلتے چلتے سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہٗ تک پہنچ گیا اور شاہِ تبع کا تعمیر کردہ گھر بھی زمانہ کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا اور تعمیر در تعمیر کے مراحل طے کرتا ہوا

سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہٗ کے زیرِ تصرف آگیا، چنانچہ جب خیرالخلائق سیّد الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہ دونوں چیزیں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کردی گئیں۔

(بحوالہ: عشقِ نبوی ﷺ کے ایمان افروز واقعات)

ظاہری طور پر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ہجرتِ مدینہ اہلِ مکہ کے ظلم سے فرار نظر آتی ہے مگر حقیقت اس کے سراسر برعکس ہے۔ یہ ہجرت تو ظلم کے خاتمے اور دُنیائے انسانیت میں عدل وانصاف اور امن وسلامتی کا پیش خیمہ اور عین منشاء الٰہی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں سورۂ توبہ، آیت **33**، سورۂ فتح آیت **28** اور سورۂ صف آیت **9** **لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ** (تاکہ دینِ اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے) میں دینِ اسلام کی تمام ادیانِ سابقہ پر فتح ونصرت کی جو خوشخبری دی تھی اُسے حقیقت کا رُوپ دینے کے لئے کسی ایسے مقام کا استقرار ضروری تھا، جہاں شعائرِ دین کی ادائیگی اور اسلام کی دعوت وتبلیغ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، اور جہاں اسلامی حکومت کا قیام وتشکیل ممکن ہو، جو ظلم کے خاتمے اور عدل وانصاف کا ضامن ہو۔ اِن اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے مکہ مکرمہ جیسے شرک کے ماحول سے نکلنا ضروری تھا اور اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی، رحمۃ للعالمین ﷺ کے لئے جو جگہ پسند فرمائی وہ ''مدینہ منورہ'' تھی، جہاں پہنچتے ہی رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے دُنیا کی پہلی دولتِ اسلامیہ قائم فرمائی اور درج ذیل اقدامات کئے۔

(1) رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کی، اور اس کی تعمیر میں خود حصہ لیا۔ اسلام کی یہ عظیم الشان مسجد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہٗ کے گھر کے سامنے والی اُس جگہ پر تعمیر کی گئی جہاں رحمۃ للعالمین ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی،

جو بیک وقت مسلمانوں کے لئے جہاں مرکز عبادت تھی، وہاں ساتھ ہی دینی علوم کی عظیم یونیورسٹی اور دعوت وتبلیغ کا عالمی مرکز بھی تھی۔ مسجد نبوی ﷺ میں چار اعمال شروع ہوئے، جس کی وجہ سے نُور کا وہ سیلاب پھوٹا، جس کی شعاعوں نے پورے عالم کو منور کر دیا۔

مسجد نبوی ﷺ میں مندرجہ ذیل اعمال شروع کیے گئے، جن کی برکت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیاں بدلتی گئیں۔

- **دعوت الی اللہ**
- **تعلیم وتعلم (سیکھنا اور سکھانا)**
- **ذکر وعبادت..... اور**
- **خدمت**

(2) رحمۃ للعالمین ﷺ نے دوسرا اہم کام یہ فرمایا کہ انصارِ مدینہ اور مہاجرین مکہ کے مابین "رشتہ مواخات" قائم فرمایا تا کہ مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ فوراً حل ہو، وہ معاشی طور پر خود کفیل ہوں اور معاشرہ کے تمام افراد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیاء ﷺ)

(3) تیسرا اہم کام یہ فرمایا کہ اس نئے اسلامی معاشرے کے افراد اور دوسری قوموں خصوصاً یہود کے مابین معاہدہ صلح عدم جارحیت طے کیا، یہ معاہدہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی سیاسی بصیرت کا شاہکار اور دُنیا کا پہلا تحریری دستور ہے۔ تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے کہ ہجرت نے مختلف العقیدہ لوگوں کو ایک کر کے امت واحدہ پیدا کر دی، چنانچہ اسلامی حکومت کے زیر سایہ یہود و نصاریٰ وغیرہ نے بھی اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے اپنے مال و اسباب اور جان و آبرو کو محفوظ و مامون پایا۔ مسلمانوں نے ان کے حقوق کی نگہداشت کی۔ اس اسلامی حکومت نے جس طرح مختلف ادیان

والوں کے درمیان روا داری کی فضا پیدا کرکے خوشگوار زندگی بخشی ، اس کی نظیر کسی حکومت میں نہیں ملتی اور یہ کہہ کر کہ انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ایک نظام جدید کی بنیا درکھی تا کہ دینی، لسانی اور وطنی اختلاف کے باوجود صلح و آشتی قائم ہو جائے ۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

(4) نئی اسلامی حکومت معرض وجود میں آئی ، جس کے بارے میں جسٹس سیّد امیر علی اپنی کتاب **"The Spirit of Islam"** رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی نئی پوزیشن پر اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں:

''اب ہم اسے ایک بادشاہ، انسانی دلوں کے حکمران ، سردار، قانون دان اور مصفِ اعلیٰ کے لباس میں دیکھیں گے، لیکن ان حیثیتوں میں بھی انہیں (ﷺ) تکبر سے پاک اور تواضع وانکسار کا مجسمہ پائیں گے۔ اب اس کی داستان حیات اس دولت عام کی تاریخ میں مدغم ہو جاتی ، جس کا وہ مرکز تھا ۔ اب وہی معلم جو اپنے ہاتھوں سے اپنے کپڑوں کو پیوند لگایا کرتا تھا اور اکثر فاقے ہی سے بسر کرتا تھا، دنیا کے قوی ترین فرمانرواؤں سے بھی قوی تر ہو جاتا ہے''۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

(5) مسلمانوں کو کفار ومشرکین کے ظلم وستم سے نجات مل گئی اور ایسا ماحول میسر آیا کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ انسانیت کے حال پر خوب غور وفکر کر کے اس کے تمدن اور وحدت واجتماعت کا سنگ بنیا درکھ سکیں ۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

(6) جب رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ عقیدہ وعمل کے لحاظ سے تعمیر انسانیت کے مراحل سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اگلا اہم کام یہ کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کی ترغیب دی اور دُشمن سے بوقت ضرورت دفاعی مقابلہ کرنے کے لئے اُس وقت کے حربی فنون ، تیراندازی، شمشیر زنی اور گھڑسواری کی طرف توجہ

دلائی ۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی مبارک محنت کی بدولت یہ چھوٹی سی مدنی ریاست نقشہ عالم کی عظیم قوت بن گئی، جس کے سامنے قیصر وکسریٰ بھی گھٹنے ٹیک گئے اور مسلم وغیر مسلم مؤرخین کو اعتراف کرنا پڑا کہ ہجرتِ رسول اللہ ﷺ ظلم سے فرار نہیں بلکہ ظلم کے خاتمے اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے ایک اہم ضرورت تھی ۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

(7) اسلام کے بہت سے اجتماعی احکام جو مکہ کی سرزمین میں قابل عمل تھے، ابھی تک نازل نہیں ہوئے تھے، مدینہ میں ان کا نزول ہوا اور اسلامی نظام حیات کے خدوخال دن بدن نمایاں ہوتے چلے گئے ۔ مثلاً جمعہ کی ابتداء ہوئی، اذان کا طریقہ رائج ہوا، مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر مکمل ہوئی اور اسے دعوت وتبلیغ اور اسلامی حکومت کا سیاسی ومعاشرتی مرکز قرار دیا گیا ۔اسلامی قوانین نازل ہوئے، شراب کو حرام قرار دیا گیا، سود کی ممانعت ہوئی، غرضیکہ اسلام کے نظام اجتماعی کی تکمیل ہجرت مدینہ کے بعد ہی ہوئی ۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

(8) رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی مبارک محنت کا ظہور بہت جلد نمایاں طور پر نظر آنے لگا، ہجرت مدینہ سے امن وامان بحال ہوگیا اور اس کے اثرات نظر آنے لگے۔ مسلمان تو مسلمان کفار ومشرکین بھی اس دعوت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت اُمّ سلمیٰ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابو سلمیٰ کی ہجرت کے بعد اپنے اہل خاندان کے ظلم وستم کا نشانہ بنیں کہ انہیں ہجرت کرنے سے روک لیا گیا، جب انہیں ہجرت کی اجازت ملی تو اپنے دودھ پیتے بچے کے ساتھ اکیلی مدینہ طیبہ کی طرف چلیں ۔ایک کافر عثمان بن طلحہ نے ان کو بستی سے باہر جاتے ہوئے پہچان لیا اور جب معلوم ہوا کہ کوئی مرد اُن کے ساتھ نہیں تو کہا کہ اے بہن! میں تمہیں مدینہ تک چھوڑے آتا ہوں اور قباء تک پہنچا

کر واپس آ گئے۔ اس سفر کے بارے میں اُمِّ سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے عثمان بن طلحہ جیسا نیک اور شریف آدمی ساری زندگی نہیں دیکھا۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی خبر ملی (یا آپ ﷺ کی نبوت کی خبر ملی) تو مجھے یہ بہت بُرا لگا، چنانچہ میں اپنے وطن سے نکل کر روم کی طرف چلا گیا اور بعض روایات میں ہے کہ میں قیصر کے پاس چلا گیا اور میرا یہ رُوم میں آ کر قیصر کے پاس چلے جانا، مجھے حضور اقدس ﷺ کے ہجرت فرمانے سے بھی اور زیادہ بُرا لگا اور میں نے اپنے دِل میں کہا مجھے اِس آدمی کے پاس جانا چاہئے اگر یہ جھوٹا ہوگا تو میرا نقصان نہیں کر سکے گا اور اگر سچا ہوگا تو پتہ چل جائے گا، فرماتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا تو لوگ (خوش ہوکر) کہنے لگے عدی بن حاتم آ گئے، عدی بن حاتم آ گئے۔ چنانچہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے مجھ سے تین دفعہ فرمایا!

اے عدی بن حاتم! مسلمان ہو جاؤ، سلامتی پاؤ گے۔

میں نے کہا، میں خود ایک دین پر چل رہا ہوں۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا، میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے (حیران ہوکر) کہا آپ ﷺ میرے دین کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ کیا تم فرقہ رَکوسیہ میں سے نہیں ہو (یہ نصاریٰ اور صابئین کے درمیان کا فرقہ ہے) اور تم اپنی قوم کا چوتھائی مالِ غنیمت کھا جاتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا حالانکہ تمہارے لئے یہ تمہارے دین میں حلال نہیں ہے۔ میں نے کہا جی ہاں، حلال نہیں ہے، رحمۃ للعالمین ﷺ نے اتنی ہی بات کی تھی کہ میں آپ ﷺ کی بات کے سامنے جھک گیا۔ حضور اقدس ﷺ

نے فرمایا اور سُنو میں اس بات کو خوب جانتا ہوں جو تمہیں اسلام سے رُوک رہی ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ اِن کے پیچھے چلنے والے تو کمزور قسم کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوئی قوّت نہیں ہے اور اہل عرب نے ان کو الگ پھینک رکھا ہے (یا تمام عرب نے ان کو نشانہ بنا رکھا ہے) کیا تم **حِیــرَہ** شہر کو جانتے ہو؟ میں نے کہا کہ اسے دیکھا تو نہیں البتہ اس کا نام سُنا ضرور ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اللہ اِس دین کو ضرور پورا کر کے رہے گا (اور ایسا امن وامان ہو جائے کہ) پردہ نشین عورت تنِ تنہا حِیــرَہ سے چلے گی اور اکیلے بیت اللہ کا طواف کرے گی اور کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا اور کسریٰ بن ہُرمُز کے خزانے فتح کیے جائیں گے۔

میں نے (حیران ہوکر) کہا کسریٰ بن ہُرمُز کے خزانے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! کسریٰ بن ہُرمُز کے خزانے اور مال خوب خرچ کیا جائے گا، حتیٰ کہ اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا۔

یہ قصہ سنانے کے بعد حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا، دیکھو یہ تنِ تنہا عورت حِیرَہ سے آرہی ہے اور میں خود اِن لوگوں میں تھا، جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کیئے اور اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تیسری بات بھی ضرور ہو کر رہے گی، اس لئے کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ فرما چکے ہیں۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

☆ سلسلہ مواخات اور امن عالم

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے بے سرو سامان آئے تھے، اگرچہ ان میں چند ایک دولتمند اور خوشحال

بھی تھے، مگر کفار سے چھپ کر نکلنے کی وجہ سے اپنے ساتھ کچھ نہ لا سکتے تھے۔ان مہاجرین کے لئے انصار کا گھر مہمان خانہ عام تھا۔ جب رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو تعمیر مسجد نبوی ﷺ کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلے مہاجرین کی مستقل آباد کاری اور ان کے ذریعہ معاش کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔اس سلسلہ میں انصار کے تعاون کی شدید ضرورت تھی۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے سب مہاجرین اور انصار کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے گھر پر جمع فرمایا۔ مہاجرین اس وقت تعداد میں پنتالیس تھے۔آپ ﷺ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا!

یہ (مہاجرین) تمہارے بھائی ہیں۔

پھر مہاجرین اور انصار میں سے دو، دو جانثاروں کو بلا کر فرماتے گئے کہ "یہ تمہارا بھائی ہے" (دو دو کی جوڑیاں بنا دیں) اور یوں پنتالیس مہاجرین کو پنتالیس انصار کے ساتھ رشتہ مؤاخات میں پرو دیتے ہیں، اس طرح کہ عمر، مزاج اور سماجی رُتبے کا بھی لحاظ رکھتے ہیں تا کہ یہ سب تسبیح وحدت کے دانے بن جائیں۔

الحمدللہ! اکابرین نے ان پاک ہستیوں کے نام بھی درج کئے ہیں، جن میں یہ سلسلہ مؤاخات مستحکم کیا گیا تھا، تبرکاً چند اسماءِ مبارک درج کئے جاتے ہیں۔

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ	☆ علی مرتضیٰ بن ابی طالب
☆ ابوبکر صدیقؓ	☆ خارجہ بن زیدؓ
☆ عمر فاروقؓ	☆ عتبان بن مالکؓ
☆ عثمان غنیؓ	☆ اوس بن ثابتؓ
☆ جعفرؓ بن ابی طالب	☆ معاذؓ بن جبل
☆ ابوعبیدہؓ بن جراح	☆ سعدؓ بن معاذ

- ☆ عبدالرحمٰن بن عوفؓ — ☆ سعد بن ربیعؓ
- ☆ زبیرؓ بن العوام — ☆ سلمہؓ بن سلامۃ
- ☆ طلحہؓ بن عبداللہ — ☆ کعبؓ بن مالک
- ☆ سعید بن زیدؓ — ☆ ابی بن کعبؓ
- ☆ مصعبؓ بن عمیر — ☆ ابوایوبؓ
- ☆ ابوحذیفہؓ بن عتبہ — ☆ عبادؓ بن بشیر
- ☆ عمار بن یاسرؓ — ☆ حذیفہؓ بن الیمان
- ☆ سلمان فارسیؓ — ☆ ابوالدرداءؓ
- ☆ منذرؓ بن عمر — ☆ ابوذر غفاریؓ

(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

الحمدللہ ! رحمۃ للعالمین ،حضور اقدس ﷺ نے مہاجرین وانصار کو رشتہ اخوت میں ایسا جوڑا کہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے گھر کی سوئیوں سے لے کر اپنے سرسبز و شاداب باغات کے درختوں تک کے نصف کو دل و جان سے اپنے مہاجرین بھائیوں کے لئے وقف کر دیا، اپنی جائیدادوں کا وارث بنایا، حتیٰ کہ سعد بن ربیعؓ نے اپنے خداداد بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حضور میں اپنی دو بیویاں بھی پیش کر دیں کہ وہ جسے پسند فرمائیں ،اُسے طلاق دے دی جائے تا کہ وہ ان کی منکوحہ بن سکے ۔ (بحوالہ:رحمۃ للعالمین ﷺ)

الحمدللہ ! یہ رحمۃ للعالمین ،حضور اقدس ﷺ کا قائم کردہ نظام مؤاخات تھا اور **انما المؤمنین اخوۃ** کی جیتی جاگتی عملی تصویر تھی ۔اس مؤاخات پر، اس اقتصادی تعاون وتوازن پر، اس قلبی ونظریاتی یگانگت پر رحمۃ للعالمین ،حضور اقدس ﷺ

نے اسلامی معاشرے کو استوار کیا اور اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک امن و سلامتی کا گہوارہ اور لا ثانی نمونہ بنایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت سعد بن ربیعؓ کی اس جانبازانہ پیشکش کو قبول نہ کیا، صرف تھوڑی سی مالی امداد اور کاروباری رہنمائی حاصل کر کے خود جد وجہد کی اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ اس لئے انصار کا جذبہ امداد بھی اسلام کا مرہونِ منّت تھا اور مہاجرین کا جذبہ ترقی بھی اسلام کا ہی پیدا کردہ تھا اور اسلام سادہ ترین الفاظ میں نام ہی باہمی امداد و باہمی ترقی کا ہے۔ ایک ایسی امداد جو امدادِ حسنہ ہو اور ترقی کا پیش خیمہ ہو اور ایک ایسی ترقی جو ترقی مستقیم ہو اور جس کا مقصد باہمی امداد ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جہاں یہ بھائی چارہ ایک حکیمانہ سیاست اور مسلمانوں کو درپیش بہت سے مسائل کا بہترین حل تھا، وہاں بھائی چارہ نے مسلمانوں میں اخوت وہمدردی اور الفت ومحبت کی جو فضا پیدا کی، وہ حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ کر تھی۔ دُنیا میں محبت واخوت کا ایسا نمونہ اسلام کے سوا کسی اور جگہ نظر نہیں آتا۔

☆ میثاق مدینہ اور امن عالم

مدینہ منورہ میں عرب قبائل اوس اور خزرج آپس میں لڑائیوں کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے، جبکہ ان کے مقابلے میں یہودی زیادہ منظّم تھے اور ان کے تین مشہور قبائل تھے، جن مین بنو قینقاع، بنونضیر اور بنو قریظہ مشہور تھے۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات واضح اور بہتر ہو جائیں، تاکہ امن وامان قائم ہو جائے، رفاہ خلائق کو ترقی ہو اور لوگوں کو دین اسلام اچھی طرح سمجھنے کا موقع ملے اس سلسلہ میں رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ

نے نہ صرف مدینہ منورہ میں مقیم باشندوں کو شامل کیا بلکہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں رہنے والے قبائل کو بھی شریک کیا، اس معاہدے کا نام ''**میثاق مدینہ**'' تھا۔ یہ معاہدہ مہاجرین، انصار، بنو اوس اور خزرج کے اُن لوگوں جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور یہود کے درمیان تھا۔ اوس وخزرج کے تمام ذیلی قبائل کو الگ الگ اس معاہدہ کا فریق بنایا گیا تھا، اس معاہدہ کی مندرجہ ذیل شرائط تھیں۔

1. یہودیوں میں سے جو قبائل اس معاہدہ میں شریک ہوں گے، مسلمانوں کے ساتھ سیاسی وحدت متصور ہوں گے اور انہیں برابر کی حیثیت حاصل ہوگی۔ ایسے لوگوں پر نہ ظلم ہوگا اور نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔
2. معاہدے میں شریک تمام فریقین کے لئے مدینہ کا شہر مقدس اور محترم ہوگا۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے علاقہ میں امن وامان برقرار رکھنے کا ذمہ دار ہوگا۔
3. مہاجرین قریش اور انصار کے تمام قبائل اپنے اپنے دستور کے مطابق خون بہا کی ادائیگی اور قیدیوں کو فدیہ دے کر رہائی دلوانے کے ذمہ دار ہوں گے۔
4. پناہ حاصل کرنے والے کے ساتھ وہی برتاؤ ہوگا جو پناہ دینے والے کے ساتھ ہو رہا ہو، نہ اُسے نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ وہ عہد شکنی کرے گا۔
5. اہل تقویٰ اور اہل ایمان ہر اُس شخص کی مخالفت متحد ہو کر کریں گے، جو سرکشی، ظلم، زیادتی اور گناہ کا مرتکب ہو۔ ایسے شخص کے خلاف تمام اہل ایمان کے ہاتھ ایک ساتھ اُٹھیں گے، خواہ وہ اِن میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔
6. جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا، اس کا ثبوت ملنے پر اس سے قصاص لیا جائے گا، ہاں اگر مقتول کا وارث خون بہا لینے پر آمادہ ہو جائے تو قاتل قصاص سے بچ جائے گا۔ تمام اہل ایمان پر لازم ہوگا کہ وہ قصاص لینے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں، اس کے سوا اُن

کے لئے کوئی صورت جائز نہیں ہو گی۔

7. کسی مسلمان کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، جائز نہ ہو گا کہ وہ ایسے شخص کو پناہ دے، جو نئی بات (بدعت) نکالنے والا اور فتنہ انگیزی کرنے والا ہو، جو ایسے شخص کو پناہ دے گا، وہ قیامت کے دِن اللہ کی لعنت اور غضب کا حقدار ہو گا۔

8. کسی شخص کو حلیف کی بدامنی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔مظلوم کی ہر حالت میں مدد کی جائے گی۔

9. معاہدہ کا کوئی فریق بھی حضرت محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی سے جنگ کرنے یا جنگ کے ارادے سے نکلنے کا مجاز نہیں ہو گا۔

10. اس معاہدہ میں شریک اگر کوئی جنگ کرے گا تو تمام شرکاء ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے آپس میں مشورہ کریں گے۔ایک دوسرے کی خیر خواہی اور وفا شعاری کا رویہ اختیار کریں گے اور عہد شکنی سے اجتناب کریں گے۔

11. مدینہ پر حملے کی صورت میں معاہدے کے شرکاء یعنی مسلمانوں اور یہودیوں پر لازم ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔

12. یہودی جب تک مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے، جنگ کے مصارف خود برداشت کریں گے۔

13. نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ اِن کے کسی معاون کو۔

14. اگر یہودیوں کو صلح کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کریں گے، لیکن اس کا اطلاق اسی جنگ پر نہ ہو گا، جو خالص دین کے لئے ہو۔

15. اسلامی حکومت ہر فرد کی زندگی کی محافظ ہو گی۔

16. اس معاہدے میں شریک افراد یا گروہوں کے درمیان کوئی نئی بات، معاملہ یا

جھگڑا پیدا ہوجائے، جس سے فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ اور اُس کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

اس معاہدہ امن کو "**میثاقِ مدینہ**" کے نام سے تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ معاہدہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی نہ صرف دُور اندیشی، امن پرستی اور اخوت خواہی کا مظہر ہے بلکہ آج بھی ان لوگوں کے لئے دعوت فکر و عمل ہے جو ذہنی و فکری فاصلوں کے حامل مختلف مذاہب کے افراد کو ایک قوم بنانا چاہتے ہیں۔ میثاق مدینہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی بصیرت اور صلاحیت کا بھرپور شاہکار، ایک تاریخ ساز اور انقلاب انگیز دستاویز ہے۔ اس کی اہمیت کے درج ذیل نکات قابل توجہ ہیں۔

میثاق مدینہ کی اہمیت

1. یہ معاہدہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا۔
2. قبائلی نظام میں بٹے ہوئے مدینہ میں ایک منظّم ریاست کا اعلان تھا، جو اپنی فیوض و برکات کی وجہ سے عرب قبائل کے لئے روشنی کا ایک مینار تھا۔
3. مدینہ کو مقدس و محترم قرار دے کر اور ہر قبیلے کو اپنے علاقہ میں قیام امن کا ذمہ دار مقرر کر کے مدینہ کو امن کا گہوارہ بنا دیا گیا، جہاں ہر شخص کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ تھی۔ بہت جلد مدینہ کے اردگرد قبائل بھی اس معاہدے میں شامل ہو گئے اور امن و سکون کے علاقہ کی حدود مزید وسیع ہوگئیں۔
4. نئی قائم ہونے والی ریاست میں امن کے حصول کے لئے حقداروں کے حق کو قربان نہیں کیا گیا تھا، بلکہ مظلوم کی حمایت اور ظلم کے انسداد کے لئے مؤمنین کی مشترکہ

کاروائی کا عزم موجود تھا۔

5. میثاقِ مدینہ نے جو ریاست قائم کی وہ منظم ہی نہ تھی، اس کا ایک اساسی نظریہ تھا، اس میں اللہ اور رسول ﷺ کو فیصلہ کن حیثیت دے کر اسلامی ریاست بنا دیا گیا تھا، عوام کی فلاح اور غرباء کی حمایت و مدد اس کے بنیادی اصول قرار دیئے گئے تھے۔

6. مدینہ کی اسلامی مملکت وفاقی تھی، اس میں شامل تمام قبائل اور ان کی شاخوں اور ان سے معاہدہ کرنے والے تمام قبائل کی داخلی آزادی، ان کے اپنے قوانین، رسوم و رواج اور مذہب کو پورا دستوری تحفظ دیا گیا تھا۔

7. میثاقِ مدینہ نے اسلامی ریاست میں شامل غیر مسلموں کو جو حقوق دیے، وہ بھی تاریخ عالم میں ایک نئے باب کا آغاز ہیں۔ اس فراخدلی سے اقلیتوں کو حقوق دینا اور وہ بھی ایک نظریاتی مملکت میں، اس کی مثال اس سے پہلے کہیں نہیں ملتی۔

8. میثاقِ مدینہ نے نئی ریاست کو داخلی طور پر مستحکم کر دیا تو رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے مدینہ کے اردگرد کے قبائل کے پاس جا کر اُن کے ساتھ معاہدات کیے، بالخصوص اُن قبائل کے ساتھ جو اس تجارتی شاہراہ پر واقع تھے، جہاں سے گزر کے قریشی قافلے عراق، شام، مصر یا دوسرے علاقوں کی طرف جاتے تھے، ان قبائل سے رحمۃ للعالمین ﷺ نے دفاعی معاہدات کیے۔ ان قبائل میں بنو ضمرہ (ابو ذر غفاریؓ کا قبیلہ)، بنو جہینہ اور بنو مزینہ شامل تھے، جن کی معیشت پہلے بھی مدینہ کے بازاروں سے منسلک تھی، ان قبائل کے ساتھ یہ معاہدہ کیا گیا کہ کسی بھی فریق پر، کسی دوسری طاقت کے حملے کی صورت میں دفاع کا تعاون کیا جائے گا اور مسلمانوں کی فوج اس کے علاقوں میں سے گزر سکے گی، اگرچہ بعض قبائل نے قریش کے ساتھ مسلمانوں کی جھڑپوں میں

غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا، تاہم مسلمانوں کا اثر و رسوخ ان معاہدات کے ذریعے روز بروز بڑھتا گیا اور قریش پر دباؤ اتنا بڑھ گیا کہ انہیں بھی ہر وقت مسلمانوں کی طرف سے خطرہ لگا رہتا تھا اور وہ مسلمانوں کے ساتھ معاملات طے کرنے پر مجبور ہو گئے۔

9. میثاق مدینہ نے اس نوزائیدہ اسلامی مملکت کی دفاعی حیثیت کو بھی بہت مضبوط بنا دیا، ریاست کے اندر بسنے والے مختلف عناصر کا امن و سکون برقرار رکھنے پر اتفاق کرنا اور مدینہ کے گردونواح کے قبائل کا اس معاہدہ میں شامل ہونا یہ معنی رکھتا تھا کہ مدینہ کی اسلامی ریاست کو کافی استحکام حاصل ہو گیا ہے۔

10. مدینہ کے مکینوں نے باہمی اعتماد و اتحاد، تعاون اور رواداری کے اصولوں کی بنیاد پر جو ریاست قائم کی، اس سے اسلام کا عادلانہ نظام لوگوں کے سامنے آ گیا اور وہ خود بخود اسلام سے متاثر ہونے لگے، ریاست روز بروز مضبوط ہوتی چلی گئی اور صرف گیارہ سال کے عرصہ میں اس کا رقبہ **150** مربع کلومیٹر سے **1500000** (پندرہ لاکھ) کلومیٹر ہو گیا۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے بڑی حکمت و بصیرت سے ایک نئے معاشرے کی بنیادیں استوار کیں اور اپنے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس اور مکارم اخلاق کی ترغیب میں مسلسل کوشاں رہے۔ معاشرے کو امن و سلامتی اور محبت و اخوت کا گہوارہ بنانے کے لئے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سرگرم عمل رہے، اس سلسلہ میں رحمۃ للعالمین ﷺ کے چند ارشادات تحریر کیے جاتے ہیں:

☆ تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم رحم کرے گا۔ (ترمذی)

☆ آپس میں بغض نہ رکھو، باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور

اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے اوپر چھوڑے رہے۔ (صحیح بخاری)

☆ سارے ایمان والے ایک جسم کی طرح ہیں کہ اگر کسی کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم)

☆ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا، جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہے۔ (صحیح مسلم)

☆ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔
(صحیح بخاری)

☆ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری)

☆ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ اور ہر جاننے اور نہ جاننے والوں کو سلام کرو۔ (صحیح بخاری)

☆ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے دُشمن کے حوالے کرے اور جو شخص اپنے بھائی کی کوئی حاجت پوری کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی غم اور دُکھ دور کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے قیامت کے روز دُکھوں کو دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن اُس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہٗ کا بیان ہے کہ جب رحمۃ للعالمین ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا تو اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہوسکتا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

"اے لوگو! اسلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ شریف)

☆ رحمۃ للعالمین، حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو مسلمان کسی ننگے کو کپڑا پہنا دے تو اللہ اُسے جنت کا لباس پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے کو کھانا کھلا دے تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلا دے تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت کی پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

الحمدللہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اپنی مبارک محنت سے مدینہ طیبہ میں ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جو سب سے زیادہ امن وسلامتی، محبت واخوت اور عزت وشرف والا معاشرہ تھا اور اُس معاشرے کے مسائل کا ایسا خوشگوار حل نکالا کہ انسانیت نے ایک طویل عرصے بعد سکھ کا سانس لیا۔

دورِ حاضر میں سیکولر نظام **(Secular System)** کی اصطلاح رائج ہے اور اس کا مقصد بھی یہی بتایا گیا ہے، لیکن نتائج کیا ہیں؟ وہی سیاسی منافقت **(Political Hypocrisy)**، کون سا ملک ہے جو آج دُنیا کے نقشہ پر سیکولر نظام کا علمبردار رہا ہو اور اس نے اس درجہ اپنی اقلیتوں کا تحفظ کر رکھا ہو۔ ہر جگہ اکثریت اپنے مقاصد کے لئے سیکولر نظام کا نعرہ بلند کرتی ہے، لیکن اقلیتوں کے حقوق کو پامال کرتی ہے۔

اس کے برعکس اسلامی ممالک اپنی تمام تر مغرب پرستی کے باوجود اپنی اقلیتوں کے ساتھ اسی طرح فیاضی اور کشادہ دلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، جو مذکورہ معاہدہ مدینہ کی روح تھا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی مساعی جمیلہ سے ایک ایسی مملکت دُنیا کے نقشہ پر وجود میں آ گئی، جہاں امن و اخوت کی حکمرانی تھی، انسانی اعلیٰ اقدار پروان چڑھ رہی تھیں، ہر فرد کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ ہر شخص قابل عزت و محترم سمجھا جاتا تھا، اور سیاسی منافقت کا تصور تک معدوم تھا۔ اس لئے کہ سربراہِ مملکت سے لے کر عام شہری تک ہر ایک اپنے کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے حضور جوابدہ جانتا تھا اور اُن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی تھا۔

☆ تحویل قبلہ اور امن عالم

ہجرتِ مدینہ سے قبل مکہ میں مسلمانوں کی حیثیت ایک کمزور سے گروہ کی تھی، جو قریش کی نظروں میں دینی لحاظ سے باغی تھے۔ اسی لئے قریش نے مسلمانوں پر بے انتہا ظلم ڈھائے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے اپنی دینی حیثیت کو مشرکین مکہ سے، جن کا قبلہ کعبہ تھا، الگ کرنے کے لئے اپنا قبلہ بیت المقدس بنایا تھا۔ اس کے برعکس مدینہ میں حالات بالکل مختلف تھے، ایک تو مسلمان دینی اور سیاسی اعتبار سے آزاد تھے، دوسرے دینی و ثقافتی اعتبار سے یہودان کے کھلے دُشمن تھے، اس لئے مسلمانوں کو ان سے الگ کرنے کے لئے اور ان میں الگ قومی جذبہ بیدار کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ان کا اور یہود کا قبلہ ایک نہ ہو۔ چنانچہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی خواہش تھی کہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہو۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ تحویل قبلہ کا حکم آنے سے پہلے اس کے منتظر تھے، کیونکہ تبدیلی امانت کے ساتھ تبدیلی قبلہ فطری تقاضا تھا۔ بنی اسرائیل کی امامت کا دور ختم ہو چکا تھا۔ اب امت مسلمہ کا دور شروع ہو چکا تھا، لہٰذا اس کی تکمیل تحویل قبلہ ہی سے ہو سکتی تھی۔

(بحوالہ: فہم القرآن: مطبوعہ دعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد ۲ہجری میں بذریعہ تحویل قبلہ کی اجازت دے دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کا قبلہ کعبہ قرار دیا گیا، جس کے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آئے:

- بیت اللہ (کعبہ) بیت المقدس سے بھی قدیم ترین ہے۔
- یہود کی دشمنی کھل کر سامنے آ گئی۔
- منافقین جو کہ بظاہر مسلمانوں میں شامل تھے، اپنا نفاق چھپا نہ سکے اور ان کی منافقت ظاہر ہو گئی۔
- مسلمانوں میں جذبہ قومیت بیدار ہوا۔
- صحیح العقیدہ مسلمانوں کا طرزِ عمل بھی سامنے آیا، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فوراً اپنا رُخ کعبہ کی جانب کر لیا۔

بیت اللہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے مکہ معظمہ میں تعمیر کیا، اور بعد ازاں بیت اللہ کی تعمیر نو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے فرمائی تا کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور یہ جگہ توحید کی دعوت اور ہدایت کا مرکز ہے۔ دُنیا میں جس گھر کو سب سے پہلے اللہ کی عبادت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا، جس سے اللہ کی توحید کا چشمہ پھوٹا اور

پیاسی دُنیا کو سیراب کیا، وہ بیت اللہ ہے، اس لئے بیت اللہ کو ہی تمام دُنیا کے لئے قبلہ توحید کا آخری مرکز مقرر رہنا چاہئے تھا۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

☆ صلح حدیبیہ اور امن عالم

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے مدینہ طیبہ میں خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔

یہ رویائے صادقہ تھا، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ خواب سنایا اور وہ بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ 6/ ہجری میں آپ ﷺ نے 1400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے کر عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھا اور زیارت بیت اللہ کی غرض سے مکہ معظّمہ کی طرف سفر شروع فرمایا۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

اس سفر میں رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اپنے ساتھ سامان جنگ نہیں لیا، بلکہ قربانی کے اونٹ ساتھ لئے اور سفر بھی ذیقعد کے مہینہ میں کیا، جس میں اجازت ہوا کرتی تھی۔ (بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو قریش کی کاروائیوں کے متعلق معلوم کرنے پر متعین فرمایا، جب آپ ﷺ مقام عسفان کے قریب پہنچے تو اس شخص نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ قبیلہ کعب بن لوی نے آپ ﷺ کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے احابیش کو اکٹھا کر رکھا ہے اور کافی تعداد میں فوج منظّم کر لی ہے، ان کا ارادہ ہے کہ جنگ کر کے آپ ﷺ کو بیت اللہ تک پہنچنے نہ دیں۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ جو کہ امن و امان اور محبت و اخوت کے داعی

عظیم تھے اور تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، آپ ﷺ نے امن و سلامتی کو جنگ پر ترجیح دیتے ہوئے اپنا راستہ تبدیل فرما کر ''حدیبیہ'' کی طرف روانہ ہوگئے۔قریش کو جب پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کی خبر ملی تو ان کو سخت گھبراہٹ ہوئی۔رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' کو قریش کے پاس مکہ معظمہ بھیجا اور فرمایا کہ ان سے جا کر کہہ دو کہ ہم جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں، بلکہ عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں۔آپ ﷺ نے ان کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ ان کو اسلام کی بھی دعوت دینا، مکہ معظّمہ میں جو اہل ایمان مرد اور عورتیں ہیں اُن کے پاس جا کر ان کو فتح کی بشارت دیں اور اُن کو یہ خوشخبری سنائیں کہ اللہ تعالیٰ مکہ میں اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے، یہاں تک کہ ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر ابوسفیان اور قریش کے دیگر سربراہوں سے ملے اور رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا مبارک پیغام اُن تک پہنچایا۔جب وہ اپنی بات کہہ چکے تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' سے کہا کہ اگر آپ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہیں تو کرلیں، انہوں نے جواب دیا کہ جب تک میرے نبی ﷺ طواف نہ کرلیں، میں اُس وقت تک طواف نہیں کرسکتا۔(سیرت ابن ہشامؒ)

ادھر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' شہید کردیئے گئے، آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک ببول (کیکر) کے درخت کے نیچے اکٹھا فرما کر بیعت لی کہ کوئی راہ فرار نہ اختیار کرے گا، پیغمبر اسلام ﷺ نے خود اپنا دستِ مبارک تھاما اور فرمایا یہ عثمان رضی اللہ عنہ' کی طرف سے ہے، اس کو

''بیعت رضوان'' کہا جاتا ہے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بھی فرمایا:

(اے پیغمبر ﷺ) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، تو اللہ اُن سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

(سورۃ الفتح: ۱۸)

صلح نامہ حدیبیہ 6 ہجری میں مسلمانوں اور کفارِ مکہ کے درمیان طے پایا، ان کی طرف سے سہیل بن عمرو نے اس صلح نامہ پر دستخط کیے تھے۔ اس صلح نامہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں، لیکن رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے صلح کو ترجیح دی تاکہ امن وامان کی فضا قائم ہو۔

صلح کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

1. مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس لوٹ جائیں۔
2. اگلے سال انہیں عمرہ کرنے کی اجازت ہوگی لیکن وہ تین روز سے زیادہ مکہ میں نہیں ٹھہریں گے۔
3. مسلمان اگلے سال ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں اور وہ بھی نیام میں اور نیام تھیلوں میں ہوں۔
4. مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں، ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں، اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔
5. کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے، لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔
6. قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں

شریک ہو جائیں۔

7. دس سال تک مسلمان اور قریش آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

یہ صلح نامہ بظاہر بالکل یک طرفہ تھا اور مؤمنین سوچ رہے تھے کہ ہم نے حق پر ہونے کے باوجود دب کے صلح کی ہے، چنانچہ جب انہیں بال منڈوانے اور احرام اُتارنے کا حکم دیا گیا تو وہ دل برداشتہ ہو گئے، اس کے باوجود عالم الغیب نے اسے فتح مبین قرار دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اس صلح کے عمدہ نتائج دیکھے اور ایک غیر جانبدار اور محقق اس حقیقت کو آسانی سے محسوس کر لیتا ہے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے کفار مکہ کی تمام شرائط قبول فرمالیں۔ اس صلح کے بعد تین دن تک آپ ﷺ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا، پھر واپس مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں سورۃ فتح نازل ہوئی۔ مسلمان جس چیز کو شکست سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس کو کھلی فتح ارشاد فرمایا۔

(بحوالہ: سیرۃ النبی ﷺ: علامہ شبلی نعمانی)

کانسٹن ورجیل جارجیو لکھتا ھے:

اگر کوئی انسان اہل سیاست نہ بھی ہو، یعنی سیاسی سوجھ بوجھ نہ رکھتا ہو تو بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام (ﷺ) نے حدیبیہ میں اپنی سیاسی مہارت سے اپنے حریف کو مات کر دیا، اسے اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ ان ارادوں کے سامنے جھک جائے۔ (بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

P. K. Hitti صلح حدیبیہ کو قریش کے ساتھ جنگ کا عملاً خاتمہ قرار دیتا ہے، وہ اپنی کتاب **The History of the Arabs** میں

لکھتا ہے:

" This treaty practically ended the war of Muhammad (Peace be upon him) with his people, the Quraysh"

صُلح حدیبیہ کے اثرات:

- یہ معاہدہ امن وسلامتی کا پیش خیمہ ثابت ہوا اس معاہدے نے اُس مسلسل حالت جنگ کو ختم کر ڈالا، جو کئی سالوں سے چل رہی تھی۔
- اس معاہدے کی رُو سے قریش نے مسلمانوں کو اگلے سال عمرہ کرنے کا حق دے کر یہ تسلیم کرلیا تھا کہ مسلمان ملتِ ابراہیمؑ ہیں، اس طرح اسلام کے خلاف جھوٹے پراپیگنڈہ کی وہ عمارت خود بخود منہدم ہوگئی۔
- مسلمانوں کو غیر جذباتی فضا میں اسلام کے اصولوں پر غور کرنے کا موقع ملا، بالخصوص قبائل عرب کے راستے میں اب قبول اسلام کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی۔
- اسلام کو غیر معمولی ترقی ہوئی، چنانچہ اس معاہدہ کے بعد کے دو سالوں میں مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک جا پہنچی۔
- اس معاہدہ میں اہل مکہ نے یکطرفہ شرائط منوا کر اپنے آپ کو اسلام کی نظریاتی یلغار سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی تھی، لیکن اس کے باوجود وہ مکہ معظّمہ میں اشاعت اسلام کا راستہ نہ روک سکے، ابو جندلؓ جنہیں زبردستی مکہ معظّمہ میں روکا گیا تھا، اسلام کے مبلغ تھے اور ان کی تبلیغ سے بہت سے ایسے لوگ مسلمان ہوگئے جو ہجرت کرکے مدینہ تو نہیں جا سکے تھے، لیکن اسلام کی حقانیت کے قائل ہوگئے۔
- سردارانِ قریش جو اب تک محض ضد کی وجہ سے مخالفت کررہے تھے، اب خود مدینہ طیبہ جا کر اسلامی اصولوں پر مبنی معاشرہ دیکھ سکتے تھے، چنانچہ اس سنجیدہ فضا میں

عمرو بن العاص اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہو گئے۔

❁ اس معاہدہ کی رو سے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ (جو اسلام لانے کے بعد طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ بھاگ آئے تھے) کو قریش کے نمائندوں کے حوالے کر دیا اور انہیں صبر کی تلقین کی۔ ابو بصیرؓ نے کفار مکہ کے ہاتھوں فرار ہو کر بحیرہ احمر کے قریب شام کی تجارتی شاہراہ پر سکونت اختیار کر لی، ابو جندلؓ کو پتہ چلا تو وہ بھی ان سے جا ملے اور مسلمان بھی مکہ معظمہ سے بھاگ کر وہاں پہنچنے لگے یہاں تک کے ان کی تعداد **70** تک پہنچ گئی، جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر یہ لوگ بھاگے تھے، ان کا ناطقہ بند کر دیا، جو قافلہ ادھر کو جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے، حتیٰ کہ کفار مکہ نے پریشان ہو کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عاجزی اور منّت کر کے، اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس جماعت کو آپ ﷺ اپنے پاس مدینہ طیبہ بلا لیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہو جائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھل جائے، لکھا ہے کہ رحمۃ للعالمین حضور اقدس ﷺ کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا تو ابو بصیر رضی اللہ عنہٗ مرض الوفات میں تھے، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا نامہ مبارک ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال فرمایا۔

(رضی اللہ عنہٗ وارضاہ)

❁ اس معاہدہ کی رو سے امن و سلامتی کو ایسا فروغ ملا، قریش نے اسلامی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا، ہر طرف اسلام کا اثر و رسوخ بڑھ گیا، عرب قبائل کے درمیان تصادم تھا، ان میں سے ایک قبیلہ نے اسلامی حکومت اور دوسرے نے قریش مکہ کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔

❁ بنو خزاعہ نے اسلامی حکومت کے ساتھ حکومت ختم کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی تھی، لیکن وہ اس میں ناکام رہے تھے۔ ابھی تک ان کا یہ ناپاک عزم قائم تھا۔ صلح حدیبیہ

نے رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ کو ان سے نپٹنے کا موقع دے دیا ، چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ نے خیبر فتح کر کے ان کے اس سیاسی اثر کو ختم کر ڈالا۔

❖ صلح حدیبیہ کے بعد رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ کی اسلامی حکومت اتنی مستحکم ہو چکی تھی کہ آپ ﷺ نے اُس دور کے سلاطین اور اُمراء کو اسلام کی دعوت دی ، اس مقصد کے لئے آپ ﷺ نے ان کو دعوتی خطوط روانہ فرمائے ، اور اسلام کا بول بالا فرمایا۔

(بحوالہ : تاریخ اسلام)

☆ فتح مکہ اور امن عالم

فتح مکہ کے اسباب مندرجہ ذیل تھے۔

❖ اسلام کے ظہور سے جو کشمکش حق و باطل کے درمیان چل رہی تھی وہ اس کے بغیر ختم نہ ہو سکتی تھی کہ ان میں سے ایک غالب ہو۔ صلح حدیبیہ میں مشرکین مکہ نے مسلمانوں کا عمرہ کرنے کا حق تسلیم کر لیا تھا ، لیکن معاہدہ کے مطابق جب رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ عمرہ کے لئے گئے تو روسائے مکہ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے ، گویا وہ اب بھی مسلمانوں کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ نے خانہ کعبہ کی چھت پر اذان دی تو کفار مکہ نے دُکھ کے باعث اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔

❖ مکہ معظمہ میں کعبۃ اللہ کا وجود تھا ، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے :

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّ هُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ

(آل عمران : ۹۶)

ترجمہ: پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے مقرر کیا گیا ، وہی ہے جو مکہ میں ہے بابرکت اور تمام جہانوں کے لئے موجب ہدایت ہے۔

یہاں **360** بتوں کو دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں پر کیا گزر رہی ہو گی ؟

وہ خانہ کعبہ جس کی تعمیر کرنے کا مقصد ہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت تھا، مشرکین مکہ نے اُسے شرک کا اڈہ بنا دیا تھا، اس لئے کفر اور اسلام کے درمیان جو کشمکش جاری تھی، آخر کار اسے منطقی نتیجے تک پہنچنا تھا۔

- مکہ معظّمہ کو عرب میں مرکزی حیثیت حاصل تھی، جب تک مکہ کے لوگ اسلام کی مخالفت پر قائم تھے، عربوں کی اکثریت اسلام کو قبول نہیں کر سکتی تھی، اس لئے مرکزی جگہ سے اسلام کی دشمنی ختم کرنے کی خواہش قدرتی طور پر مسلمانوں کے اندر موجود تھی اور وہ چاہتے تھے کہ اس مرکزی جگہ سے کفر کی بجائے اسلام کی آواز اُٹھے۔
- غزوہ موتہ میں مسلمانوں کا لشکر سلطنت روم سے پہلی مرتبہ ٹکرایا اور اپنے سے ستر گنا لشکر کے مقابلے کے باوجود بحفاظت واپس پہنچ گیا، لیکن قریش مکہ نے سوچا کہ مسلمانوں کو رومیوں کے مقابلے میں شکست ہوئی ہے اور ان کی ہیبت ختم ہو گئی ہے، اب کوئی شخص نہ ان پر اعتماد کرے گا اور نہ عہد و پیمان کو وزن دے گا، لہٰذا قریش مکہ چاہتے تھے کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹنا چاہئے۔
- موتہ کی غیر فیصلہ کن جنگ نے مسلمانوں میں نیا ولولہ پیدا کر دیا تھا، رومی حکومت مٹھی بھر مسلمانوں پر قابو نہ پا سکنے کی وجہ سے پریشان تھی، اس کا نتیجہ شمال عرب قبائل کی رومی حکومت کے ساتھ ناراضگی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ہرقل کے ایک عامل نے شمالی عربوں کو سامان رسد دینے سے انکار کرتے ہوئے شامی عربوں سے کہا!

"شہنشاہ بڑی دقت سے اپنے لشکر کے اخراجات مہیا کرتا ہے اس کے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ وہ اپنے کتوں کو بھی کچھ دے"۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

اس روکھے پن سے عرب قبائل کا رومی حکومت سے الحاق متاثر ہوا اور انہوں نے تعصب کی پٹی اپنی آنکھوں سے اتار کر اسلام کی دعوت پر غور کرنا شروع

کیا، چنانچہ بنو عبس، بنو ذبیان اور بنو فزارہ، بنو سلیم، بنو اشجع، بنو غطفان کے ہزاروں لوگ مشرف با سلام ہو گئے۔ ایک عرب سردار فردہ بن عمر جذامی کو قیصر نے قبول اسلام کی پاداش میں شہید کروا دیا تھا، لیکن اس سے اسلام کی دعوت و تبلیغ کی محنت کو مزید تقویت ملی، ایک اور عرب سردار عباس بن مرواس دعوت کی محنت کے لئے کوشاں ہو گیا، عرب کی سیاسی صورتِ حال پر اس کا اثر یہ پڑا کہ اب مسلمانوں کے خلاف کوئی متحد محاذ نہیں بنایا جا سکتا تھا اور نہ ہی ان کا معاشی مقاطعہ کیا جا سکتا تھا، لہٰذا اہل مکہ نے معاہدہ حدیبیہ کو توڑا تو مسلمان ان کے خلاف کاروائی کرنے کی بہتر پوزیشن میں تھے۔

صلح حدیبیہ کی رو سے قبائل عرب کو اختیار تھا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں اور ان قبائل پر بھی صلح نامہ کی شرائط کا اطلاق ہو گا، چنانچہ بنو بکر اور بنو خزاعہ کے قبائل جن کے اندر قدیم دُشمنی پائی جاتی تھی، اس معاہدہ میں شامل ہو گئے۔ بنو خزاعہ نے اسلامی حکومت کے ساتھ اور بنو بکر نے قریش کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ معاہدہ کے مطابق ان قبائل کو بھی ایک دوسرے پر ہاتھ اُٹھانے کا حق حاصل نہ تھا، لیکن بنو بکر نے قریش کی مدد سے بنو خزاعہ پر شب خون مارا اور جب بنو خزاعہ مجبور ہو کر حرم میں جا چھپے تو انہوں نے وہاں بھی قتل و غارت سے گریز نہ کیا، حالانکہ حرم میں قتل و غارت شریعت ابراہیمیؑ میں بھی ممنوع تھا اور عرب کی روایات کے بھی خلاف تھا۔ معاہدہ کی یہ خلاف ورزی تنہا بنو بکر ہی کا کام نہ تھا، بلکہ قریش نے ان کی ہتھیاروں سے مدد کی تھی اور صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو (جس نے قریش مکہ کی طرف سے صلح نامہ حدیبیہ پر دستخط کئے تھے) خود حملہ کرنے والوں میں شامل تھے۔ بنو خزاعہ نے اس ظلم کے خلاف رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے قریش کی بدعہدی کے واقعات سننے کے بعد

انہیں پیغام بھیجا کہ تین میں سے ایک صورت اختیار کی جائے۔

(1) بنوخزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔

(2) قریش بنوبکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں تا کہ بنو بکر کو بدعہدی کی سزا دی جا سکے۔

(3) اعلان کر دیا جائے کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا ہے۔

اس پیغام کے جواب میں ایک قریش قرطہ بن عمر نے کہا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے اور رحمۃ للعالمین ﷺ کا قاصد یہ سن کر واپس لوٹ آیا۔

جب رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا قاصد واپس لوٹ آیا تو قریش کو احساس ہوگیا کہ صلح حدیبیہ منسوخ کر کے انہوں نے شدید غلطی کی ہے۔پیغمبر اسلام ﷺ نے شام اور عراق جانے والی شاہراہوں پر پہرے بٹھا دیے، جس کی وجہ سے مکہ کی تجارت متاثر ہوئی۔قریش مکہ نے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا تا کہ تجدید معاہدہ کی کوئی صورت نکل آئے۔ ابوسفیان سب سے پہلے اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا، اس نے حضور اقدس ﷺ کے بچھونے پر بیٹھنا چاہا تو اُمّ المومنین نے اُسے روکا اور بچھونا لپیٹ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا، ابوسفیان اپنی بیٹی سے اپنی سفارش کی توقع لے کر آیا تھا، اس واقعہ سے وہ مایوس ہوگیا۔ابوسفیان اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تجدید معاہدہ کی درخوست کی لیکن آپ ﷺ نے جواب نہ دیا (جس کی وجہ یہ تھی کہ بنو بکر نے بنوخزاعہ کے خلاف خانہ کعبہ میں قتل و غارت کی تھی اور قریش مکہ نے بنوبکر کا ساتھ دیا اور انہیں ہتھیار مہیا کئے تھے)۔

ابوسفیان نے مسجد نبوی ﷺ میں جا کر اپنی طرف سے اعلان کیا کہ ''اے لوگو! میں صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے آیا تھا اور یہ تجدید میں نے کر دی اور واپس

جا رہا ہوں''۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

معاہدہ کی پابندی، فریق مظلوم کی دادرسی اور عرب قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے رحمۃ للعالمین ﷺ مکہ کی جانب سوار ہو گئے۔ **10000** کی جمعیت ہمرکاب تھی، آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ اہل مکہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آپ ﷺ مکہ تک پہنچ کر باہر خیمہ زن ہو گئے اور اہل مکہ کو اس آمد کی خبر کرنے کے لئے لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا، ان کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی۔

(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

رحمۃ للعالمین حضور اقدس ﷺ نے عام معافی اور امن وحفاظت کا دائرہ اس روز وسیع فرمایا دیا کہ اہل مکہ سے صرف وہی شخص ہلاک ہو سکتا تھا، جو خود معافی وسلامتی کا خواہشمند نہ ہو اور اپنی زندگی سے بیزار ہو، چنانچہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے جاں نثار ساتھیوں کو حکم دیا کہ مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہوں اور مندرجہ ذیل احکام کی پابندی کریں۔

(1) جو شخص ہتھیار پھینک دے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(2) جو شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(3) جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(4) جو شخص ابوسفیان کے گھر چلا جائے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(5) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر چلا جائے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(6) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(7) کسی بوڑھے، بچے اور کمزور پر تلوار نہ اُٹھائی جائے۔

(8) خواتین کا احترام کیا جائے۔

(9) اسیر (قیدی) کو قتل نہ کیا جائے۔

(10) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ، سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

فتح مکہ کے موقع پر مسلمان لشکر فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہو رہا تھا، لیکن اس فاتح لشکر کا انداز فاتحین جیسا نہیں تھا، تاریخ عالم شاہد ہے کہ جب بھی کسی حکمران نے کوئی علاقہ فتح کیا، اس خطہ ارضی پر موجود بدنصیب انسانوں کی چیخ و پکار آسمانوں کو لرزا دیتی تھی، اس موقع پر سردارانِ قریش اور جنہوں نے مسلم دشمنی میں کوئی کسر نہ رکھی تھی، جب رحمۃ للعالمین ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے بجائے ان کے مظالم یاد دلا کر ان سے بدلہ لینے کے، انہیں تہِ تیغ کرنے یا سولی پر لٹکانے کے، اپنی زبانِ اقدس سے یہ رحمت بھرے الفاظ ادا فرمائے:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

ترجمہ: آج تم سے کوئی باز پرس نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

سبحان اللّٰہ!

میرے ماں باپ قربان رحمۃ للعالمین، حضور اقدس، حضرت محمد ﷺ پر کہ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہو رہے تھے، تو انتہائی عاجزی کے ساتھ، مبارک نگاہیں نیچے جھکائے ہوئے اور پھر اپنے خون کے پیاسوں اور بدترین دشمنوں کے لئے عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ یہ وہ قابل فخر مثال ہے، جس پر تاریخ انسانی ہمیشہ ناز کرے گی۔ ایسا شاندار فاتحانہ داخلہ، اور اعلان عفو عام نہ تاریخ نے کبھی دیکھا نہ کبھی دیکھنا نصیب ہوگا۔ غیر مسلم مصنفین بھی جس کا اقرار کئے بغیر نہ رہے۔

آرتھر گل میں لکھتا ہے:

"اہل مکہ کے ماضی کے انتہائی ظالمانہ سلوک پر انہیں جتنا بھی طیش آتا کم تھا،

ان کی آتشِ انتقام بھڑکانے کے لئے کافی تھا، مگر انہوں نے اپنے لشکر و سپاہ کو ہر قسم کے خون خرابے سے روکا''۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ غیر اسلامی تاریخ تو ایسے غیر انسانی کارناموں سے بھری پڑی ہے، مگر اسلام نے ہمیشہ امن و امان اور صلح و آشتی کو اوّلیت دی اور اپنے ماننے والوں کو اِسی چیز کا درس دیا۔

☆ خطبہ حجۃ الوداع اور امن عالم

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کی صورت میں جو بنیادی انسانی حقوق کا چارٹر دُنیا کے سامنے پیش فرمایا، ساری دُنیا کے دانشور اور مفکرین مل کر بھی اس سے بہتر منشور تیار نہیں کر سکے اور پیغمبر اسلام ﷺ نے اِن پر عمل کر کے دُنیا کے سامنے عملی نمونہ پیش فرمایا۔ اگر آج بھی انسانیت آپ ﷺ کے ان مبارک فرامین پر عمل پیرا ہوا جائے تو پورے عالم میں امن و امان کی فضا قائم ہو جائے۔ ذیل میں اس خطبہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

خطبہ مبارک

☆ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی سے مغفرت چاہتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اُسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

☆ اے اللہ کے بندو! میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی اطاعت کے لئے جوش دلاتا ہوں، میں اسی سے آغاز کرتا ہوں جو سراپا خیر ہے۔اما بعد!

☆ اے لوگو! میری بات سُن لو میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں، کیونکہ مجھے معلوم نہیں شاید اس سال کے بعد اس جگہ پر میں تم کو نہ مل سکوں۔

☆ ہاں! جاہلیت کے تمام دستور آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔

☆ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔

☆ اللہ سے ڈرنے والا انسان مومن ہوتا ہے اور اس کا نافرمان شقی، تم سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔

☆ اے لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں، جیسا کہ تم آج کے دِن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو، دیکھو عنقریب تمہیں اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو۔

☆ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے، میں ملیا میٹ کرتا ہوں، پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے ، وہ ربیعہ بن حارث، عبدالمطلب کے بیٹے کا ہے (ربیعہ بن حارث آپ ﷺ کا چچیرا بھائی تھا، جس کے بیٹے عامر کو بنو ہذیل نے قتل کر دیا تھا)۔

☆ اگر کسی کے پاس امانت ہو تو وہ اسے اس کے مالک کو ادا کر دے اگر سود ہو تو وہ موقوف کر دیا گیا ہے، ہاں تمہیں تمہارا سرمایہ مل جائے گا، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے، اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سود ختم کر دیا گیا اور سب سے پہلے میں عباسؓ بن

عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

☆ اے لوگو! تمہاری اس سرزمین میں شیطان اپنے پوجے جانے سے مایوس ہوگیا ہے لیکن دیگر چھوٹے گناہوں میں اپنی اطاعت کیے جانے پر خوش ہے، اس لئے اپنا دین اس سے محفوظ رکھو۔

☆ اے لوگو! سال کی کبیسہ گری کفار کی ایک زیادتی ہے وہ اسی کے باعث بہکائے جا رہے ہیں، وہ اسے ایک سال حرام کر لیتے ہیں، دوسرے سال حلال، اس طرح وہ اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال کر لیتے ہیں اور اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام۔

☆ اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد اسی دن سے بارہ ہے، جب اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے ان میں سے چار حرمت والے ہیں، تین (ذیقعد، ذوالحجہ اور محرم) لگاتار ہیں اور ''رجب'' تنہا ہے۔

☆ لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور اللہ کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے، تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں، لیکن اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو مگر شدید تکلیف والی چوٹ نہ مارو، اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ۔

☆ تمہارے غلام تمہارے ہیں، جو خود کھاؤ، ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو، وہی ان کو پہناؤ۔

☆ اللہ نے وراثت میں حقدار کو اس کا حق دے دیا، اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں لڑکا اس کا وارث جس کے بستر پر پیدا ہو، زناکار کے لئے پتھر اور ان کا

حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

☆ عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں، قرض ادا کیا جائے، عاریت واپس کی جائے، عطیہ لوٹا دیا جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔قتل عمد پر قصاص ہے۔مشابہ عمد وہ ہے جس میں لٹھ اور پتھر سے موت واقع ہو اس میں سو اونٹ خون بہا ہے جو اس میں زیادتی کرے وہ جاہلیت والا ہے۔

☆ مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے، باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں۔

☆ اگر کٹی ہوئی ناک کا کوئی حبشی بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو کتاب اللہ کے مطابق چلائے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔

☆ اے لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ کوئی نئی امت پیدا ہونے والی ہے، خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز ادا کرو، سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج بجالاؤ۔

☆ میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں، اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے، وہ کیا چیز ہے؟ کتاب اللہ اور میری سُنت۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

سبحان اللہ!

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ نے اس خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمایا! تم لوگوں سے میرے متعلق پوچھا جائے گا، بتاؤ تم میرے بارے میں کیا جواب دو گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین (حاضرین) نے عرض کیا! ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے

امانت کو (پوری طرح) ادا کر دیا، اللہ تعالیٰ کا پیغام (لوگوں تک) پہنچا دیا اور نصیحت کر دی پھر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا! اے اللہ! تو گواہ رہنا، اے اللہ تو گواہ رہنا، اے اللہ تو گواہ رہنا، آپ ﷺ اپنی انگلی کو آسمان کی طرف اُٹھاتے ہوئے سب لوگوں کے سامنے یہ گواہی لی۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبُ

ترجمہ: حاضرین اس کو غائبین تک پہنچا دیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

(بحوالہ: تفہیم اسلامیات)

حجۃ الوداع اسلامی انقلاب کی تکمیل کا اعلان ہے اور اس اعلان کو خالق کائنات نے اس مبارک آیت سے فرمایا!

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(المائدہ: ۳)

ترجمہ: آج کے دن میں نے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

الحمد للہ! مسلمان اپنے دین کی تکمیل پر خوش تھے، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس پر مغموم ہوئے کیونکہ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اب رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبوب حقیقی کی طرف واپسی کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

الحمدللہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا..... اور حاضرین کو غائبین تک اس پیغام (دین) کو پہنچانے کا ذمہ دار ٹھہرایا..... آپ ﷺ کی نبوت تو قیامت تک کے لئے ہے..... ابھی ساری انسانیت، بلکہ قیامت تک آنے والی نسلوں تک دین کو پہنچانا..... امت مسلمہ کی اولین ذمہ داری ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع کی اہمیت

(1) بقول سیّد سلیمان ندویؒ خطبہ حجۃ الوداع سے ایک نئے نظام، نئی شریعت اور نئے عالم کا آغاز ہو رہا تھا۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے خود اس طرح واضح فرمایا!

''زمانہ پھر پھرا کے آج اسی نقطہ پر آ گیا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کیے تھے''۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں، غور کیجئے کہ تاریخ عالم میں جو نیا دور شروع ہو رہا تھا، اس کی تعبیر کے لئے اس سے بہتر کیا صورت ہو سکتی تھی کہ زمانہ پھر اسی جگہ پر آ گیا، جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق فرمائی تھی۔

(2) یہ خطبہ تمام دینی تعلیمات کا نچوڑ ہے، اس کا نقطہ آغاز اللہ اور اس کے بندے کے درمیان صحیح تعلق کی وضاحت کرتا ہے اور بھلائی کی تلقین کرتا ہے۔

(3) خطبہ حجۃ الوداع اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیادیں مہیا کرتا ہے۔ معاشرتی مساوات، نسلی تفاخر کا خاتمہ، عورتوں کے حقوق، غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، ایک دوسرے کے جان و مال اور عزت کا احترام۔ یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر اسلام کا معاشرتی نظام ترتیب پاتا ہے اور یہی وہ عوامل ہیں جن سے معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بنتا ہے۔

(4) اس خطبہ نے معاشی عدم توازن کا راستہ بند کرنے کے لئے ''سود'' کو حرام قرار دیا کیونکہ سود سرمایہ دار طبقہ کو محفوظ طریقہ سے دولت جمع کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے اور ان کی تمام افزائش دولت سودی سرمائے کے حصول ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(5) اس خطبہ نے بہت سے اہم قانونی اصول متعین کئے ہیں، مثلاً انفرادی ذمہ داری کا اصول، وراثت کے بارے میں ہدایت وغیرہ۔

(6) سیاسی طور پر یہ خطبہ اسلام کے بنیادی منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ دُنیا بھر کو اس خطبہ کے ذریعہ بتایا گیا کہ اسلامی حکومت کن اصولوں کی بنیاد پر تشکیل پائے گی اور ان اصولوں پر تعمیر ہونے والا یہ نظام انسانیت کے لئے رحمت ثابت ہوگا۔ جناب نعیم صدیقی صاحب اپنی تالیف ''محسن انسانیت ﷺ'' میں لکھتے ہیں:

''یہ منشور اسلام کا بنیادی منشور ہے اور اس کی طرف انسانیت کو بلایا جا سکتا ہے، ان کلمات حقیقت افروز سے ہٹ کر زندگی کا جو نقشہ بھی بنایا جائے، وہ غیر اسلامی ہوگا، یہ منشور کسوٹی ہے، جس پر ہم مسلمان اپنی ہر قیادت کے کارنامے پرکھ سکتے ہیں''۔

(بحوالہ: محسن انسانیت ﷺ)

(7) خطبہ حجۃ الوداع رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا آخری پیغام ہے اور اس میں ہم ہی مخاطب بنائے گئے ہیں، اس کی نوعیت پیغمبر اسلام ﷺ کی وصیت کی سی ہے، اس کے ایک ایک بول پر حضور اقدس ﷺ نے درد بھرے انداز سے آواز بلند کی ہے کہ میں نے بات پہنچا دی ہے، لہٰذا لازم ہے کہ اسے پڑھ کر ہماری روحیں چونک جائیں، ہمارے جذبے جاگ اُٹھیں، ہمارے دل دھڑکنے لگیں اور ہم اپنی اب تک کی روش پر نادم ہو کر اور کافرانہ نظاموں کی مرعوبیت کا قلاوہ گردنوں سے نکال کر رحمۃ للعالمین ﷺ کا دامن تھام لیں، اس لحاظ سے یہ ایک دعوتِ انقلاب ہے۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

باب نمبر 9

رحمۃ للعالمین ﷺ کے غزوات اور امن عالم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل واکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے غزوات وسرایا نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام بنی نوع انسان پر ایک احسان عظیم ہیں۔ آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے مصروف جہاد رہ کر دُنیا میں امن وسلامتی، عدل وانصاف اور اخوت ومساوات کے اصول قائم کئے تاکہ آئندہ کے لئے مسلم اُمہ ایسے موقعوں پر آپ ﷺ کے عہد کے واقعات سے سبق لیتے رہیں اور اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کا سچا نمونہ بنا کر دُنیا کے سامنے پیش کریں۔ تاریخ عالم اس حقیقت کی شاہد ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی میں نہیں بلکہ اس کے بعد کے دور میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بھی اس وقت کی تمدنی دُنیا کے ایک ایک گوشے تک اسلام کا پیغام عدل وانصاف پہنچایا اور انسانیت کو بقائے باہم کے حقیقی اور فطری پیمانوں سے روشناس کرایا۔ ظلم، ناانصافی اور استحصال کی تمام شکلوں کو مٹا ڈالا اور ان کی جگہ آزادی، رواداری، احترام انسانیت اور ایثار وخدمت

کی درخشاں روایات قائم کیں ۔اس بناء پر یہ غزوات وسرایا ملک گیری ،توسیع پسندی اور ہوس اقتدار کے لئے نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی زمین کوظلم اورظالموں سے پاک کرنے کے لئے تھے۔

الحمدللہ !اسلام نے مسلمانوں کوحق کے لئے ہر مصیبت اور تکلیف پر ثابت قدم رہنے اورضرورت پڑنے پر جان کی بازی لگانے کی تعلیم دی ہے ۔اس لئے ان تمام لڑائیوں کا نام جہاد ہوا، جو دین کی حمایت میں دشمنوں سے ہوئیں ۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے حضوراقدس ﷺ کے مبارک زمانہ میں جولڑائیاں پیش آئیں اورآپ ﷺ نے ان میں شرکت فرمائی ،ان کو اسلامی اصطلاح میں ''غزوہ'' کہا جاتا ہے اورجس دستہ کی قیادت آپ ﷺ نے کسی صحابیؓ کے سپرد کردی، خواہ ان میں جنگ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، یامحض حفاظتی دستہ کے لئے بھیجا گیا ہو،اس کو اصطلاح میں ''سریہ'' کہا جاتا ہے۔

(بحوالہ: عہدنبوی ﷺ کے غزوات وسرایا)

اہل مغرب نے دُنیا میں یہ تاثر کافی حد تک پھیلایا ہے کہ اسلام ایک جنگجویانہ مذہب ہےاورسب سے زیادہ جس چیز نے غلط فہمیاں پیدا کیں اورجس کوکئی سوسال سے زوروشور سے دہرایا جارہا ہے، یہ وہ بے بنیاد الزام اور بہتان ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا..... لیکن حقیقت کیا ہے؟ذیل میں اس کی وضاحت کی جاتی ہے:

رحمۃ للعالمین ، پیغمبر اسلام ،حضوراقدس ﷺ اورآپ ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ امر بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ ان کی نظر میں جنگ سے زیادہ ناپسندیدہ اورمکروہ طریقہ کارکوئی اور نہ تھا۔مکی دور میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کوطرح طرح کی تکالیف ومصائب کا سامنا کرنا پڑا جبکہ مدنی دور میں حربی مہمات کی نوبت بھی پیش آئی ،جس میں اصل مقصد یہ کارفرما رہا کہ انسانوں کوانسانوں کی